لقد جاءکم رسول من انفسکم
عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم
بالمؤمنین رءوف رحیم (التوبہ ۱۲۸)
سیرت وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہجرت مدینہ و مدینے میں آمد

سیرۃ و سوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ہجرتِ مدینہ

و

مدینے میں آمد

مرتبہ

امۃ الباری ناصر

نام کتاب	:	ہجرتِ مدینہ و مدینے میں آمد
مرتبہ	:	امۃ الباری ناصر
سن اشاعت	:	2008
تعداد	:	3000
شائع کردہ	:	نظارت نشر و اشاعت
		صدر انجمن احمدیہ قادیان۔143516
		ضلع گورداسپور۔پنجاب۔بھارت
مطبع	:	فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان
قیمت		40روپے

ISBN : 978-81-7912-193-1

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کو صد سالہ جشنِ تشکر کے سلسلہ کی 74 ویں کتاب ''سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرتِ مدینہ ومدینے میں آمد'' پیش کرنے کی سعادت مل رہی ہے۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ**

اس سے پہلے عزیزہ امۃ الباری ناصر صاحبہ سیکرٹری اشاعت لجنہ کراچی سیرتِ پاک کے موضوع پر بچوں کے متعلق چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھ چکی ہیں مثلاً ''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن'' ''مشاغل تجارت اور حضرت خدیجہؓ سے شادی'' ''آغازِ رسالت'' ''دعوتِ الی اللہ اور ہجرتِ حبشہ'' ''شعب ابی طالب اور سفرِ طائف'' ان کتابوں میں مکہ کی زندگی کے حالات میں اسلام کی تبلیغ کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششیں، مخالفین کی ایذا دہی اور آپؐ کے صبر و استقامت کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ آپؐ کے خدا پر توکل، تائید ونصرت پر بھروسہ اور الٰہی وعدوں پر مکمل یقین کے متعلق پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے اور بے اختیار آپؐ پر درود و سلام بھیجنے کو جی چاہتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں سلسلہ آگے بڑھتا ہے آپؐ کو ہجرت کی اجازت ملی اس کا سارا سامان اور مکمل حفاظت مولیٰ کریم کے خاص فضلوں سے ہوئی۔ پھر مدینے میں آمد کے وقت بے نظیر استقبال کی تفصیل بھی اس کتاب میں درج ہے۔ مرتبہ نے اپنی روایت کے مطابق سیرت خاتم النبیین از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ کو بنیاد بنا کر

قدرے تفصیل سے بچوں کے لئے آسان زبان میں لکھا ہے۔ منظر کشی اتنی واضح اور مکمل ہے کہ آنکھوں کے آگے نقشہ بنتا چلا جاتا ہے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ ان کتابوں کو خرید کر خود بھی پڑھیں اور بچوں کو بھی دیں تاکہ سیرۃ نبویؐ کا درست نقش اُن کے دل میں جم جائے اور اُنہیں پختہ یقین ہو جائے کہ جو خدا تعالیٰ کے حکموں کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا خود محافظ و کفیل ہو جاتا ہے۔

قارئین کرام عزیزہ امۃ الباری ناصر اور ان کی معاونات کو اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں جن کی محنت اور لگن کی بدولت یہ روحانی مائدہ ہمارے گھروں تک پہنچتا ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین خیراً

یہ کتاب شعبہ اشاعت و تصنیف ربوہ سے منظور شدہ ہے۔

خاکسار

امۃ الحفیظ محمود بھٹی

صدر لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی

ہجرتِ مدینہ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت کا مقام ملے قریباً تیرہ (13) سال ہو چکے تھے ان تیرہ (13) سالوں میں مکہ کے اچھی فطرت کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کی تعداد ستّر (70) سے زیادہ نہ ہوئی تھی اور مخالفین کی تعداد لاکھوں میں تھی اور طاقت بہت زیادہ تھی۔ وہ اپنی ساری طاقت سے مسلمانوں کی کھلی کھلی دشمنی پر اُترے ہوئے تھے وہ مسلمانوں کی جانیں، مال، اولادیں، عزت آبرو سب کچھ برباد کرنے کیلئے پورا زور لگا رہے تھے۔ ایسے میں یثرب کے مسلمانوں کی طرف سے محبت اور امن کی خوشگوار ہوائیں آئیں تو آپؐ نے مکہ کے مسلمانوں کو یثرب جانے کی اجازت دے دی۔

آپؐ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ہجرت کر رہے ہیں **رَأیتُ فِی الْمَنَامِ اِنّی اُھَاجِرُ مِنْ مکة اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نخل فَذَھَبَ وَھلِی اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَةُ اَوْ حَجَرُ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَةُ یَثْرِبَ**

(بخاری جلد ثانی باب **ھجرت النبیؐ وَ اَصحابِہٖ اِلَی الْمَدِیْنَةِ**)

’’آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کی ہے جس میں کھجوروں کے درخت ہیں۔ پس میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ زمینِ یمامہ یا زمینِ حجر ہے مگر وہ مدینہ نکلا یعنی یثرب۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۶۹)

مسلمانوں کی خواہش تھی کہ کھل کر تبلیغِ اسلام کریں۔ مکہ کے گھٹے ہوئے ماحول میں پورے جوش و جذبہ سے تبلیغ ممکن نہ تھی۔ جو مسلمان مکہ سے باہر دوسرے

شہروں میں گئے تھے ان کی تبلیغ کے واقعات سننے میں آ رہے تھے۔ آنحضور ﷺ کی طرف سے اجازت ملتے ہی خوش ہو کر مگر چپکے چپکے مکہ سے نکلنے کے منصوبے بنانے لگے۔ اور خفیہ خفیہ طریق پر سفر کرتے ہوئے یثرب اور دوسرے شہروں کا رُخ کیا۔ زیادہ تر مسلمان یثرب پہنچے۔ وہاں مسلمانوں نے اپنے وطن چھوڑ کر آنے والوں کا خوشی سے استقبال کیا۔ اپنے گھروں میں جگہ دی اور حقیقی بھائیوں جیسا سلوک کیا۔

یثرب کے رہنے والے بھی بہت عرصہ پہلے یمن کے علاقے سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے۔ یمن سے اُنہیں اس لئے آنا پڑا کہ وہاں ایک دفعہ بہت شدید سیلاب آیا۔ اس قدر شدید کہ وہاں رہنا مشکل ہو گیا جب وہاں رہنا مشکل ہو گیا تو رہائش کی اچھی جگہ کی تلاش میں سفر کرتے ہوئے یمن کے دو بھائی جن کے نام اوس اور خزرج تھے یثرب پہنچے۔ یہ علاقہ اُنہیں پسند آیا۔ اُس وقت اُن کے آنے سے پہلے جو لوگ یثرب میں رہتے تھے وہ زیادہ تر یہودی تھے۔ وہ بڑے مالدار اور با اثر لوگ تھے۔ اوس اور خزرج نے بھی وہاں رہنا شروع کیا آل اولاد بڑھی تو اُن کے قبیلے اپنی اپنی بستیوں میں رہنے لگے...... یہودیوں سے میل جول کی وجہ سے اُن پر یہ اثر ہوا کہ محنت سے کام کرنے لگے جس سے اُن کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ یہودی ایک خدا کو مانتے تھے اپنی مذہبی کتاب توریت سے رہنمائی لیتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ایک عظیم الشان نبی انسانوں کی اصلاح کے لئے تشریف لائیں گے۔ اوس اور خزرج قبائل بت پرست تھے مگر مذہبی خیالات پر یہودیوں کا اثر ہوا اور وہ بھی ایک نبی کا انتظار کرنے لگے۔ اُن کے بزرگوں نے بھی ایک نبی کی آمد کی بشارت دے رکھی تھی۔ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں نبی کے استقبال کی تاکید موجود تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کا ایک بیٹا لُقیانِ تھا جو آپؑ کی تیسری بیوی قطورا کے بطن سے تھا لُقیان کے بیٹے کا نام دوان تھا (پیدائش باب 21) دوان کی اولاد یمن میں آباد

ہوئی تھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے نویں بیٹے کا نام تیما تھا (پیدائش باب 25) تیما کی اولاد مدینہ کے نواح میں آباد ہوئی تھی۔

حضرت یسعیاہ نے دوان اور تیما کی نسلوں کو جو نواحِ مدینہ میں آباد تھیں مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ کا الہام سنایا کہ ایک زمانہ میں قریش کے مظالم سے تنگ آ کر نبی پاکؐ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑے گی تمہارا فرض ہے کہ تم ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھو اور اپنی آنکھوں کو فرشِ راہ کرو اور روٹی اور پانی لے کر اُن کے ملنے کو نکلو یعنی اپنے گھروں کے دروازے اُن کے لئے کھول دو اور اُن کی خدمت کو اپنے لئے برکت اور رحمت کا باعث سمجھو۔

(یسعیاہ باب 21 آیت 13 تا 17، تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 561)

یثرب وہ شہر تھا جس میں یہودی اور بت پرست آباد تھے۔ مسلمانوں کی آمد سے اس شہر کا نام بدل گیا مسلمان اسے مدینۃ الرسولؐ اور مدینۃ النبیؐ کہتے جس کا مطلب ہے رسولؐ کا شہر نبیؐ کا شہر۔ بار بار یہ نام استعمال ہونے سے 'الرسول' اور 'النبی' کے الفاظ کی ضرورت نہ رہی کیونکہ سب جانتے تھے کہ 'مدینہ' کہنے سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر ہے اس عظیم الشان نبی کے نام سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس شہر کا نام بھی عزت سے لیا جاتا اور اسے 'مدینہ منورہ' کہا جاتا یعنی روشن شہر۔ جبکہ اس کے پہلے نام یثرب کا مطلب ہلاکت تھا۔ آہستہ آہستہ یہ نام لوگوں کو بھول گیا اور صرف کتابوں میں لکھا رہ گیا جبکہ پوری دنیا کو روشن کرنے والا مدینہ منورہ رہتی دنیا تک کے لئے عزت والا شہر بن گیا۔

مدینہ منورہ میں اُس وقت اسلام اور مسلمانوں کو سکون میسر آیا جب خود اُن

کے شہر میں رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ مدینہ کی طرف ہجرت کوئی اِکّا دُکّا واقعہ نہ رہا بلکہ اکثر مسلمان اپنے بیوی بچوں سمیت مختصر سامان لے کر مکہ چھوڑ دیتے پہلے کہیں کہیں گھر اپنے مکینوں سے خالی ہوئے پھر ایک ایک گلی میں کئی کئی مکانوں میں تالے پڑ گئے مکہ میں صرف وہ لوگ رہ گئے جو اتنے کمزور تھے کہ سفر نہ کر سکتے تھے یا اتنے غریب تھے کہ سفر کا سامان نہ تھا یا پھر مجبور تھے کہ رشتہ داریاں ایسی تھیں کہ ان کے لئے جانا مشکل تھا۔ کچھ بچارے ایسے بھی تھے جو قریش کی قید میں تھے۔ ان کے علاوہ سب نے مکہ چھوڑ دیا۔ مسلمانوں کا مکہ سے نکلنا ڈھکا چھپا نہ رہا۔ جب بھی کوئی خاندان ہجرت کرتا قریشِ مکہ کو اپنی شکست محسوس ہوتی کہ یہ ہم سے بچ کر کیسے نکل گئے۔ اور اپنے شکار کو ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر ہاتھ ملتے رہ جاتے۔ غصے اور جھنجھلاہٹ میں وہ پہلے سے بڑھ کر ظلم کرنے لگے اُنہیں اس بات پر طیش آتا کہ مکہ میں دب کر، جھک کر بے بسی سے رہنے والے مدینہ میں جا کر آزاد فضا میں کیوں رہنے لگے پھر یہ بھی خوف تھا کہ آزاد فضا میں رہ کر متحد ہو کر طاقت ملنے پر وہ اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے قابل نہ ہو جائیں اس خیال سے وہ مکہ سے جانے والوں کے راستے میں روڑے اٹکانے لگے۔

ابو جہل نے عجیب حرکت کی ایک سادہ دل مسلمان کو جن کا نام عیاش تھا جھوٹ موٹ باتوں میں لگا کر واپس لے آیا جب مکہ قریب آیا تو چالا کی اور دھو کے سے ہاتھ پاؤں باندھ کر اونٹنی پر ڈال دیا اور سب کو بتانے لگا کہ جس طرح ہم عیاش کو واپس لے آئے اسی طرح باقی لوگ بھی اپنے اپنے جاننے والوں کو واپس لے آئیں۔ وہ ہجرت کا ارادہ کرنے والوں کو طرح طرح کا دُکھ دینے لگے۔ ابتدائی مہاجرین میں ایک حضرت صہیبؓ تھے جو کافی مالدار تھے اپنا سامان باندھ کر مدینہ جانے لگے تو قریش نے کہا یہ مال تم ساتھ نہیں لے جا سکتے حضرت صہیبؓ نے فرمایا یہ سب مال و

دولت تم رکھو مجھے جانے دو۔ اپنا مال قربان کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا ''صہیب نے بڑا نفع حاصل کیا'' دنیا کا مال قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لی۔ حضرت صہیبؓ کے بعد ابن اُم مکتوم نے ہجرت کی جو لوگوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے پھر بلالؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور عمارؓ بن یاسر نے ہجرت کی۔

(حدیث نمبر 3647 بخاری شریف باب 15 صفحہ 144)

ہجرت میں دُکھ اُٹھانے والوں میں ایک حضرت اُم سلمہؓ بھی تھیں جن کو ایک سال تک شوہر اور بچے سے جدا رکھا گیا ان کے حالات بڑے دردناک ہیں۔ لوگوں کے غم و غصہ کو دیکھ کر خاموشی سے ہجرت کرنا ہی دستور تھا مگر جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کی تو علی الاعلان ہجرت کی۔ وہ دلیر، نڈر اور پُر جوش تھے باقاعدہ ہتھیار لگا کر نکلے خانہ کعبہ میں آئے اور بلند آواز سے اعلان کیا کہ کسی نے روکنے کی جرأت کی تو انجام ٹھیک نہیں ہوگا حضرت عمرؓ کے ساتھ بیس صحابہ کرام کی ایک جماعت نے ہجرت کی۔ آخر مکہ میں خود رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ اور چند غلام باقی رہ گئے۔

ایک بار حضرت ابو بکرؓ نے ہجرت کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا آپ ابھی ٹھہریں اُمید ہے مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔ حضرت ابو بکرؓ کو امید ہو گئی کہ جب اُن کے محبوب آقا کو اجازت ملے گی تو ہمراہی نصیب ہو گی اس خیال سے کہ کاش اس طرح ہو جائے آپ نے سفر کے لئے دو اونٹنیاں خرید کر گھر میں باندھ لیں اور اُنہیں خوب کھلانے پلانے لگے تا کہ لمبے سفر کے قابل ہو جائیں۔

سرداران قریش ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو دیکھ کر غصے میں آتے تھے مگر اُنہیں یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ اُن کا اصل دُشمن ابھی اُن کے ہاتھوں میں ہے۔ آپؐ کے ساتھیوں کے ہجرت کر جانے سے اُن کا حوصلہ بڑھا اور سوچنے لگے کہ موقع پا کر آپؐ پر حملہ کر دیا جائے۔ کفار مکہ کو جب کسی بڑے قومی مسئلے پر فیصلہ کرنا ہوتا تو وہ اپنے

پارلیمنٹ ہاؤس میں جمع ہو جاتے جس کا نام دارالندوہ تھا۔ چنانچہ اس اہم مسئلے پر فیصلہ کرنے کے لئے قریش کے سو(100) بڑے بڑے سردار دارالندوہ میں جمع ہوئے وہ سب انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ شکست، غم اور کینے نے مل کر اُن میں زہر بھر دیا تھا۔ جس قدر شدید سے شدید سزا وہ سوچ سکتے تھے سب پر گفتگو ہوئی۔ اگر کوئی کمزور پہلو نظر آتا تو اس کو ردّ کر کے مزید سخت طریق سوچا جاتا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی طریق ہو جس میں موت سے کم سزا نہ ہو اور کسی طرح بچ نکلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ پیارے آقاؐ تو خود مکہ چھوڑ کر جا رہے تھے اُنہیں تو اس بات پر مطمئن ہونا چاہئے تھا مگر وہ بہت جاہل لوگ تھے۔ اس بات پر خوش نہیں تھے کہ چلو جس شخص کو ہم فساد کی جڑ سمجھ رہے ہیں وہ شہر چھوڑ کر جا رہا ہے اُنہیں نکل جانے میں سہولت دیتے مگر ایسا نہیں تھا وہ دراصل آپؐ کی جان کے دُشمن تھے جان سے مار دینے کی تجویزیں پیش ہو رہی تھیں۔ ابو جہل' ان بدبختوں کا سردار' ایسی تجویز لایا جس پر سب متفق ہو گئے تجویز یہ تھی کہ ہر ایک قبیلہ سے ایک ایک جوان صحت مند آدمی چن لیا جائے پھر ان جوانوں کے ہاتھوں میں تلواریں دے دی جائیں یہ جوان محمد کے گھر کو گھیر لیں جب وہ کسی کام سے باہر نکلیں تو یکدم حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں اس طرح سب قبائل پر قتل کی ذمہ داری عائد ہو جائے گی۔ مسلمان یا آلِ ہاشم کس کس سے بدلہ لیں گے؟ خون کے بدلے خون کس کس کا کریں گے؟ آخر وہ قتل کے بدلے کچھ رقم لے کر خوں بہا پر راضی ہو جائیں گے وہ رقم سب قبائل مل کر ادا کر دیں گے بات ختم ہو جائے گی۔

یہ منصوبہ اتنا مکمل تھا کہ کسی کو بھی اس کے ناکام ہونے کا شبہ نہ تھا مگر یہ منصوبہ کمزور اور جاہل انسانوں کا تیار کیا ہوا تھا۔ جس کا مقصد بانیٔ اسلام اور اسلام کو کچلنا تھا وہ کیا جانتے تھے کہ ایک قادر و توانا ذات اپنے پیاروں کی حفاظت کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے کو بھیجا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دے کہ

آپؐ اس رات اپنے گھر پر نہ سوئیں۔

سورۃ انفال کی آیت 31 میں اس کا بیان اس طرح ہے۔

"اور تو وہ وقت یاد کر کہ جب کافر لوگ تیرے قید کرنے یا قتل کرنے یا نکال دینے پر مکر کر کے منصوبے باندھتے تھے اور مکر کر رہے تھے اور خدا بھی مکر کر رہا تھا اور خدا سب مکر کرنے والوں سے بہتر ہے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ 233 حصہ سوم حاشیہ نمبر 11)

(عربی میں مکر کے معنی تجویز کے ہوتے ہیں)

"اور اے پیغمبر وہ وقت یاد کر جب کافر لوگ تجھ پر داؤ چلانا چاہتے تھے تاکہ تجھے گرفتار کر رکھیں یا تجھے مار ڈالیں اور یا تجھے جلاوطن کر دیں اور حال یہ تھا کہ کافر تو قتل کے لئے اپنا داؤ کر رہے تھے اور خدا ان کو مغلوب کرنے کے لئے اپنا داؤ کر رہا تھا اور خدا سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے جس کے داؤ میں سراسر مخلوق کی بھلائی ہے۔ (چشمہ معرفت صفحہ 234-روحانی خزائن جلد 23)

"شہر میں نو (9) شخص ایسے تھے جن کا پیشہ ہی فساد تھا اور اصلاح کے روادار نہ تھے انہوں نے باہم قسمیں کھائیں کہ رات کو پوشیدہ طور پر شب خون مار کر اس شخص کو اور اس کے گھر والوں کو قتل کر دو اور پھر ہم اس کے وارث کو جو خون کا دعویٰ دار ہوگا یہ کہیں گے کہ ہم تو ان لوگوں کے قتل کرنے کے وقت اس موقع پر حاضر نہ تھے اور ہم سچ سچ کہتے ہیں یعنی یہ بہانہ بنائیں گے کہ ہم تو قتل کرنے کے وقت فلاں فلاں جگہ گئے ہوئے تھے جیسا کہ اب بھی مجرم لوگ ایسے ہی بہانے بنایا کرتے ہیں تا مقدمہ نہ چلے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو دیکھ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟......"

(سورۃ النحل: 19 ترجمہ حضرت مسیح موعودؑ
چشمہ معرفت روحانی خزائن 23 صفحہ 201)

مخلوق کی بھلائی والا خدائی داؤ اور تدبیر یہ تھی کہ وہ اپنی محبوب ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے پنجوں سے بچا کر امن کی جگہ لے جائے اس کیلئے اللہ تعالیٰ کا جو منصوبہ تھا اُس کی ایک جھلک خواب میں آنحضرتؐ کو نظر آئی تھی۔

اس خواب سے آپؐ ذہنی طور پر تیار ہو گئے کہ آپؐ کو بھی دوسرے انبیاء کی طرح وطن چھوڑنے کا دُکھ اُٹھانا پڑے گا۔ پہلے بھی اسی طرح ہو چکا تھا جب وطن کے لوگ بات ہی نہ سُنیں تو وہ کام کس طرح ممکن ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نبی کو بھیجتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے رہنے والے تھے مگر جب اُن کی قوم نے بات نہ سنی تو فلسطین کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ حضرت نوح علیہ السلام کو بھی اپنا وطن چھوڑنا پڑا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی دعوت الی اللہ میں مخالفت کی وجہ سے دِقت ہوئی تو اپنا علاقہ چھوڑنا پڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کشمیر کی طرف ہجرت فرمائی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کرنے والوں کو دنیا میں ترقی اور آخرت میں بڑا ثواب ملے گا۔

وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ ۘ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝

(النحل : 43-42)

اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہجرت اختیار کی (ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ) ہم اُنہیں ضرور دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو اور بھی بڑا ہو گا کاش! (یہ منکر اس حقیقت کو) جانتے۔ جو (ظلموں کا نشانہ بن

کر بھی) ثابت قدم رہے اور جو (جو ہمیشہ ہی) اپنے ربّ پر
بھروسہ کرتے ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے۔

اے میرے مومن بندو میری زمین وسیع ہے۔ پس تم
میری ہی عبادت کرو۔ ہر جاندار موت کا مزا چکھنے والا ہے پھر
ہماری طرف ہی سب کو لوٹایا جائے گا اور وہ لوگ جو ایمان لاتے
ہیں اور اُس کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں ہم اُن کو جنت میں
بالاخانوں میں جگہ دیں گے (ایسی جنت میں) کہ اُس کے
سائیوں (تلے) نہریں بہتی ہوں گی وہ (یعنی مومن) اُن جنتوں
میں ہمیشہ کے لئے رہتے چلے جائیں گے اور اچھے عمل کرنے
والوں کا اجر بہت اچھا ہوتا ہے۔

(العنکبوت : 59-58)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو بھی ہجرت کی مشکلات سے گذارا آپؐ کو بھی نبیوں کی سنت کے مطابق اپنے وطن کو چھوڑنا پڑا۔ آپؐ مکہ ہی میں رہتے تو آپؐ کے سب کمالات کھل کر سامنے نہ آتے آپؐ کی تعلیمات تو پوری دنیا کے لئے ہیں مکہ کی فضا میں محدود رہنے کے لئے نہیں تھیں آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ذہنی طور پر اس ہجرت کے لئے تیار کیا تھا آپؐ کو وطن واپسی کی خوشخبریاں وطن چھوڑنے سے پہلے دی تھیں۔

سورۃ القصص آیت 86 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وہ خدا جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ وہ تجھے اُس مقام کی طرف لوٹائے گا جس کی طرف لوگ لوٹ لوٹ کر آتے ہیں۔“

ہجرت کرنی پڑے گی مگر جانے سے پہلے واپس آنے کی خوشخبری دے کر

حساس دل کو سہارا بھی دیا۔

ہجرت کے متعلق ایک پیشگوئی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی کی تھی حضرت خدیجہؓ نے اُسے پہلی وحی کا حال سنایا تھا تو اُس نے کہا تھا

کاش میں اُس وقت جوان ہوتا جب تیری قوم تجھے مکہ سے نکال دے گی آپؐ حیران ہوئے تھے کہ یہ امین اور صادق سمجھنے والی قوم' آپؐ کو عزت دینے والی قوم آپؐ کو وطن سے نکال دے گی آپؐ نے حیران ہو کر ورقہ بن نوفل سے پوچھا تھا۔

اَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ   کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟

آپؐ نے وطن سے نکالے جانے کی خبر پر حیرت اور دکھ کا اظہار فرمایا تھا مگر اب سب پیشگوئیاں پوری ہو رہی تھیں۔ حالات مکہ میں رہنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے رحمۃ اللعالمین حضور پاکؐ یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ خود تو مکہ سے تشریف لے جائیں اور مسلمانوں کو ظلم سہنے کے لئے چھوڑ دیں اس لئے آپؐ نے بہت دلیری سے اپنی ذات کو ڈھال بنا کر مسلمانوں کو ہجرت کا موقع دیا آپؐ کو علم تھا کہ جب تک دشمنوں کو آپؐ نظر آتے رہیں گے اُنہیں یہ احساس رہے گا کہ کوئی جاتا ہے تو جائے اصل سردار تو ابھی ہاتھ میں ہے۔

اصل سردار' وہ ہستی' جو خدا تعالیٰ کی محبوب تھی جس کیلئے یہ زمین و آسمان تخلیق کئے گئے تھے جس پر ہاتھ ڈالنے والے کے ہاتھ توڑ دئے جاتے تھے جس کی طرف اُٹھنے والی میلی آنکھ پھوڑ دی جاتی تھی۔ دارالندوہ کے منصوبہ کرنے والے بچانے والے کی طاقت سے واقف نہ تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعے اپنے نبی کو ان کے بدارادوں سے اطلاع دے دی اور اجازت عطا فرمائی کہ یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں اور آنے والی رات مکہ میں نہ گذاریں۔ (ابن ہشام-طبری)

یہ حکم ملتے ہی آپؐ نے سفر ہجرت کے لئے منصوبہ بندی کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہجرت کے حالات یوں بیان فرماتی ہیں۔

ہم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ عین دوپہر کے وقت رسولِ کریمؐ تشریف لائے اور سر لپیٹا ہوا تھا آپؐ اس وقت کبھی نہیں آیا کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے (دروازہ کھولنے کے لئے اُٹھتے ہوئے) فرمایا

میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپؐ اس وقت کسی بڑے کام کے لئے آئے ہوں گے۔

رسولِ کریمؐ نے اندر آنے کی اجازت مانگی اجازت ملنے پر اندر تشریف لائے اور فرمایا

"جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو اُٹھا دو"

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا

یا رسول اللہؐ مجھے قسم ہے وہ آپ کے رشتہ دار ہیں

آپؐ نے فرمایا

"اچھا! مجھے ہجرت کا حکم ہوا ہے"

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا

یا رسول اللہؐ مجھے بھی ساتھ ہی جانے کی اجازت دیجئے۔ الصحبۃُ یا رسول اللہ

رسولِ کریمؐ نے فرمایا

"بہت اچھا"

(بخاری جلد اول کتاب المناقب باب ہجرت النبیؐ و اصحابہ الی المدینہ)

خوشی سے حضرت ابوبکرؓ کے آنسو جاری ہو گئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے اس وقت تک کسی شخص کو خوشی میں روتے نہیں دیکھا تھا۔ (طبری و ابن ہشام)

حضرت ابوبکرؓ نے اس رفاقت کے لئے تیاری بھی کر رکھی تھی بڑے ادب سے عرض کیا۔

یارسول اللہؐ میں نے ہجرت کی تیاری میں دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر پال رکھی ہیں ان میں سے ایک آپؐ قبول فرمالیں

آنحضرتؐ نے فرمایا : ٹھیک ہے مگر قیمتاً لوں گا

حضرت ابوبکرؓ نے مجبوراً قیمتاً دینا قبول کرلیا

آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے راز داری کے ساتھ کچھ باتیں کیں اور واپس تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے گھر سفر کی تیاری ہونے لگی۔ کھانا تیار کر کے چمڑے کے برتن میں بند کیا گیا اس کو باندھنے کے لئے کپڑے کی ضرورت تھی حضرت عائشہ کی بہن اسماءؓ نے اپنے نطاق (کمر پر باندھنے والے کپڑے) کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیا ایک ٹکڑا کھانے کے برتن پر باندھ دیا اور دوسرا پانی کے برتن پر باندھ دیا اس وجہ سے اُنہیں ذات النطاقین یعنی دو نطاقوں والی بھی کہتے ہیں۔

(بخاری کتاب الہجرت و کتاب الاطعمہ)

رات ہوئی تو مختلف قبائل کے ظالم ترین لوگ اپنے منصوبۂ قتل کے ساتھ آپؐ کے گھر کے باہر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ انہوں نے گھر کو مکمل گھیرے میں لے لیا۔ ننگی تلواریں سونتے وہ انتظار میں بیٹھ گئے تا کہ جوں ہی رسول کریم ﷺ گھر سے نکلیں لپک کر آپؐ کا کام تمام کر دیا جائے۔

گھر کے باہر یہ خونی منصوبہ باز جاگ رہے تھے اور گھر کے اندر آنحضرتؐ حضرت علیؓ کو سمجھا رہے تھے کہ اُن کے پاس مکہ والوں کی امانتیں ہیں۔ جو اُن کو لوٹانی ضروری ہیں۔ میں ہجرت کر رہا ہوں تم ابھی یہیں ٹھہرو یہ امانتیں واپس کئے بغیر تم ہجرت نہ کرنا۔ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور بالکل مطمئن رہو اللہ تعالیٰ

تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ امانتیں لوٹا کر تم بھی مدینے آ جانا۔

حضرت علیؓ ساری بات سمجھ گئے اور حسبِ ارشاد آپؐ کے بستر پر لیٹ گئے آپ نے اپنی چادر جو سرخ رنگ کی تھی حضرت علیؓ کو اوڑھا دی۔ اور خاموشی سے اپنا گھر چھوڑ دیا۔

"جب رسول کریم ﷺ رات کے وقت اُن لوگوں کے پاس سے گذرے تو اُن میں سے بعض نے آپؐ کو دیکھا بھی مگر انہوں نے خیال کر لیا کہ یہ کوئی اور شخص ہے جو شائد آپؐ سے ملنے کے لئے آیا ہو گا اور اب واپس جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ رسولِ کریم ﷺ نہایت دلیری کے ساتھ باہر نکلے تھے اور آپؐ کی طبیعت پر ذرا بھی خوف نہیں تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ اتنی دلیری سے آپؐ اس وقت نکلنے کی جرأت کہاں کر سکتے ہیں یہ ضرور کوئی اور آدمی ہے جو آپؐ سے ملنے کیلئے آیا ہو گا اس کے بعد انہوں نے دروازے کی دراڑ میں سے اندر جھانکا یہ اطمینان کرنے کیلئے کہ کہیں آپؐ باہر تو نہیں نکل گئے تو انہوں نے ایک آدمی کو سویا ہوا دیکھا اور خیال کیا کہ یہی رسول کریم ﷺ ہیں۔ غرض ساری رات وہ آپؐ کے مکان کا پہرہ دیتے رہے پھر جب مناسب وقت سمجھا تو اندر داخل ہوئے اور شائد انہیں جسم سے شک پڑ گیا کہ یہ جسم آنحضرتؐ کا نہیں انہوں نے منہ پر سے کپڑا اُٹھا کر دیکھا یا شاید منہ ننگا تھا۔ بہر حال انہیں معلوم ہوا کہ سونے والے شخص حضرت علیؓ ہیں رسول کریم ﷺ نہیں تب انہیں معلوم ہوا کہ رسولِ کریم ﷺ جا

چکے ہیں اور اُن کے لئے اب سوائے ناکامی کے کچھ باقی نہیں رہا۔''

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 510)

وہ جھنجھلا کر حضرت علیؓ کو مارنے لگے کچھ لوگ جن میں ابوجہل بھی شامل تھا حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر گئے اور شور مچایا کہ ابوبکر کہاں ہیں؟ ان کی بیٹی اسماء نے جواب دیا کہ اُسے علم نہیں کہ اُس کے ابا جان کہاں ہیں۔ اُن کو اس جواب پر بہت غصہ آیا۔ طیش میں آکر اتنے زور کا تھپڑ مارا کہ اسماء کے کان کی بالی لَو کو پھاڑتی ہوئی دور جا گری۔

محاصرہ کرنے والوں کا خیال ہوگا کہ اُن کا شکار رات کے آخری حصے میں یا بہت صبح گھر سے باہر نکلے گا اس لئے ابھی غافل بیٹھے تھے کہ آپؐ اُن کے درمیان سے اُن کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے یعنی اُن کی شکست اور رُسوائی کا سامان کرتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے بالکل تنہا مکہ کی گلیوں سے تیز تیز چلتے ہوئے اپنے شہر کی آبادی سے باہر تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی راستے میں آپؐ سے آملے اب ان دو مقدس مسافروں کی منزل جبل ثور تھی۔

جبل ثور مکہ سے جنوب کی جانب تین میل کے فاصلے پر ہے۔ پہاڑ کی چوٹی قریباً ایک میل بلند ہے یہ ایک بنجر اور ویران پہاڑی ہے جس پر بہت بلندی پر ایک غار، غارِ ثور کے نام سے مشہور ہے اس غار کا راستہ پتھریلا اور غیر ہموار ہے۔ اس کی لمبائی اور چوڑائی دو تین گز ہے اس میں داخل ہونے کی جگہ کھلی اور چوڑی ہے چڑھائی بہت مشکل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں چلتے چلتے زخمی ہو گئے ویسے بھی آپؐ اس خیال سے پنجوں کے بل چل رہے تھے کہ قدموں کے نشان نمایاں نہ ہوں ایک وقت پر تو آپؐ کی تکلیف دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ کو اُٹھا لیا تھا یہ

غاران دونوں مقدس احباب کے قیام کی وجہ سے یادگار اہمیت اختیار کر گئی۔

غارِ ثور میں پہلے حضرت ابوبکرؓ داخل ہوئے اور قدرے جھاڑ پونچھ کی تنکے وغیرہ اکٹھے کر کے ایک طرف کئے صفائی کے دوران حضرت ابوبکرؓ کو کچھ سوراخ نظر آئے جو آپ نے اس خیال سے بند کر دئے کہ کہیں کوئی سانپ وغیرہ نکل کر تکلیف کا باعث نہ بنے۔ آنحضورؐ لمبا فاصلہ پیدل طے کر کے تشریف لائے تھے آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے حضرت ابوبکرؓ کی ران کو تکیہ بنایا تھکے ہوئے تو تھے ہی لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی اتنے میں حضرت ابوبکرؓ کو ایک اور سوراخ نظر آ گیا۔ اب آپ ہل تو نہیں سکتے تھے سوراخ پر اپنا پاؤں جما کر رکھ دیا۔ وہ کسی سانپ کا بل تھا۔ سانپ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں پر کاٹ لیا۔ شدید تکلیف محسوس ہوئی مگر حرکت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اُن کے سہارے آرام فرما رہے تھے ہر تکلیف ہیچ تھی۔ مگر درد بڑھا تو باوجود ضبط کے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آنسو حضرت اقدسؐ کے چہرۂ مبارک پر گرا تو آپؐ کی آنکھ کھل گئی اپنے دوست کی طرف دیکھ کر پوچھا

''ابوبکر یہ تمہیں کیا ہوا''

مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے فداہ ابی وامی

آپؐ نے یہ سُن کر اپنا لعاب دہن تکلیف کی جگہ پر لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تکلیف دور ہو گئی۔

اُدھر کفار مکہ میں کھلبلی مچی ہوئی تھی کوئی کہہ رہا تھا ہم ساری رات درزوں سے جھانک کر دیکھتے رہے ہیں وہ اپنے بستر پر تھے صبح ہونے پر کہاں غائب ہو گئے۔ کوئی کہہ رہا تھا ہم نے اُنہیں شروع رات میں جاتے ہوئے دیکھا تھا مگر عقل پر ایسے پتھر پڑے کہ سمجھا وہ اس وقت نکل کر کیسے جا سکتے ہیں کوئی اور ہو گا۔ غم و غصے کی آندھی پورے شہر میں چل رہی تھی خِفّت اور شرمندگی نے اندھا کر دیا تھا صدمے کے مارے

کھسیائے ہوئے اور تو کچھ نہ کر سکے یہ اعلان کروادیا کہ جو محمدؐ کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اُس کو ایک سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سو اُونٹوں کا انعام مکہ میں سب سے بڑا انعام سمجھا جاتا تھا۔ لوگوں میں جوش تو تھا ہی اب بڑے انعام کا لالچ بھی شامل ہو گیا لوگ شہر کے اندر اور باہر تلاش میں لگ گئے۔ ایک گروہ نے بڑی ہوشیاری سے کام لیا اپنے ساتھ چند کھوجی لے لئے۔ پہلے زمانے میں چوروں اور مجرموں کو کھوجیوں کی مدد سے تلاش کیا جاتا تھا جو پیروں کے نشانوں پر چلتے چلتے مجرم تک پہنچ جاتے۔

''کفار کو جب علم ہوا کہ رسولِ کریمؐ کہیں باہر چلے گئے ہیں تو وہ تعاقب کرتے ہوئے غارِ ثور کے منہ پر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے ڈیرہ ڈال دیا کھوجی اُن کے ساتھ تھا اُس نے کہا

بس یہیں تک نشانات پہنچتے ہیں اب یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہیں کہیں چھپا ہوا ہے اور اگر یہاں نہیں تو پھر وہ آسمان پر چڑھ گیا ہے۔

عرب لوگ کھوجیوں کی بات پر بڑا اعتبار کیا کرتے تھے اور وہاں کے کھوجی اپنے فن میں بہت ماہر ہوا کرتے تھے۔ ہمارے ملک میں بھی ایسے کھوجی ہوتے ہیں جو بعض دفعہ چوری کا سُراغ لگا لیتے ہیں مگر ہمارے کھوجی بہت ادنیٰ ہوتے ہیں عرب کے کھوجی وہاں کے خاص حالات کے ماتحت بہت اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتے تھے چنانچہ وہ کھوجی جسے مکہ والے ساتھ لے گئے تھے اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی جگہ معلوم ہوتے ہیں لوگوں نے کہا

یہاں چھپنے کی کون سی جگہ ہے؟

اُس نے کہا کہ اگر یہاں نہیں ہیں تو پھر آسمان پر چلے گئے ہیں اُس کی بات

سُن کر سب ہنسنے لگ گئے اور کہنے لگے ہمارا کھوجی تو آج پاگل ہو گیا ہے کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے بھلا یہ بھی کوئی چھپنے کی جگہ ہے اس غار کے منہ پر درخت کی شاخیں جھکی ہوئی ہیں اور اُن پر مکڑی کا جال بُنا ہوا ہے اگر وہ اندر جاتے تو جالا نہ ٹوٹ جاتا۔"

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 511 تا 512)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے الفاظ میں یہ واقعہ پڑھیے۔

خدا نے آپؐ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دئے اور آپؐ کے دل کو روشن کیا آپؐ کی قوتِ قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپؐ کے حلقۂ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے اور جو بڑے بڑے آدمی تھے انہوں نے دشمنی پر کمر باندھ لی یہاں تک کہ آخر کار آپؐ کو قتل کرنا چاہا اور کئی مرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دئے گئے اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا مگر جس کو خدا بچاوے اُس کو کون مارے۔ خدا نے آپؐ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپؐ اس شہر سے نکل جاؤ اور میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں گا پس آپؐ شہر مکہ سے حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر نکل آئے اور تین رات تک غارِ ثور میں چھپے رہے دشمنوں نے تعاقب کیا اور ایک سراغ رساں کو لے کر غار تک پہنچے اُس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہنچا دیا اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو اس کے آگے قدم نہیں اور اگر اس سے آگے گیا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہو گا مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کر سکتا ہے خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی

کی۔ کہ عنکبوت نے اپنی جالی سے غار کا تمام منہ بند کر دیا اور ایک

کبوتری نے غار کے منہ پر گھونسلہ بنا کر انڈے دے دئے اور

جب سراغرساں نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی تو

ایک بڈھا آدمی بولا کہ

یہ سراغرساں تو پاگل ہو گیا ہے۔ میں تو اس جالی کو غار

کے منہ پر اُس زمانے سے دیکھ رہا ہوں جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی

پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

اس بات کو سُن کر سب لوگ منتشر ہو گئے اور غار کا خیال چھوڑ دیا۔

(روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 466، 467)

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔

میں رسولِ کریمؐ کے ساتھ غار میں تھا میں نے اپنا سر اُٹھا کر نظر کی تو تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دیکھے اس پر میں نے رسولِ کریمؐ سے عرض کیا

یا رسول اللہؐ اگر کوئی نظر نیچی کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا تو آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

یعنی ہرگز کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

پھر فرمایا

مَا ظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اَللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

اے ابوبکرؓ تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔

(بخاری باب مناقب المهاجرين وَفَضْلِهِمْ)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب قریش غار کے منہ کے پاس پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ سخت گھبرا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گھبراہٹ کو دیکھا تو تسلی دی کہ کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے رِقّت بھری آواز میں کہا

اِنْ قُتِلْتُ فَاَنَا رَجُلٌ وَاحِدٌ وَ اِنْ قُتِلْتَ اَنْتَ هَلَكَتِ الْاُمَّةُ (زرقانی)

یعنی ''یارسول اللہ! اگر میں مارا جاؤں تو میں تو بس اکیلی جان ہوں لیکن اگر خدانخواستہ آپؐ پر کوئی آنچ آئے تو پھر گویا ساری اُمت کی اُمت مٹ گئی''

اس پر آپؐ نے خدا سے الہام پا کر یہ الفاظ فرمائے کہ

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورۃ توبہ : 40)

یعنی اے ابوبکرؓ! ہرگز کوئی فکر نہ کرو کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہم دونوں اس کی حفاظت میں ہیں یعنی تم تو میری وجہ سے فکرمند ہو اور تمہیں اپنے جوشِ اخلاص میں اپنی جان کا کوئی غم نہیں مگر خدا تعالیٰ اس وقت نہ صرف میرا محافظ ہے بلکہ تمہارا بھی۔ اور وہ ہم دونوں کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔''

(سیرۃ خاتم النبیین صفحہ 238، 239)

یارِ غار، رفیق صدیق حضرت ابوبکرؓ کس قدر خوش ہوئے ہوں گے کہ آپؐ نے مَعَنَا فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ صرف رسول اللہؐ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ابوبکرؓ کے ساتھ بھی ہے۔ سبحان اللہ

غار کے اندر یہ دن اس طرح گذرے کے حضرت ابوبکرؓ کا ایک غلام عامر بن فہیرہ دن بھر شہر میں بکریاں چراتا رہتا شام کے اندھیرے پھیلتے تو بکریوں کو گھر لے جانے کے لئے ہنکاتا ہوا غار کے آگے سے گذرتا اس دوران خاص طور پر ایسی بکری کو جو بہت دودھ دے سکتی ہو غار کے آگے کر دیتا۔ غار کے پناہ گزین اس سے

تازہ دودھ حاصل کر لیتے۔ اس طرح غار کے اردگرد قدموں کے نشان بھی مٹ جاتے۔ عامر بن فہیرہ حسب معمول بکریوں کو آوازیں دیتا ہوا مکہ کی طرف روانہ ہو جاتا۔ اسی دودھ پر ان کا گذارا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ ذہین اور ہوشیار تھے۔ اُن کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ دن بھر سادگی کے ساتھ جیسے عام آدمی رہتے ہیں شہر میں گھومیں پھریں اور دشمن کے منصوبوں کا اندازہ لگائیں اور رات کو اندھیرے میں غارِ ثور میں آ کر دن بھر کی رپورٹ دیں۔ رات کو عبداللہ غار ہی میں سو رہتے صبح منہ اندھیرے اُٹھ کر شہر آ جاتے مکہ والوں کی صبح ہوتی تو عبداللہ وہیں موجود ہوتے کسی کو شک بھی نہ ہو سکا۔

تین رات آپ غارِ ثور میں اسی طرح رہے۔ تیسرے دن صبح کے وقت آپؐ غار سے نکلے (بخاری باب الہجرت) یہ پیر کا دن تھا 28 صفر 1ھ بمطابق 11 ستمبر 622ء (دوست محمد شاہد قمری شمسی کیلنڈر) بعض دوسری روایات میں رات کا وقت لکھا ہے جو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس وقت آپؐ کی عمر مبارک ترپن (53) سال تھی۔ (سیرۃ خاتم النبیین)

ایک گائیڈ عبداللہ بن اُریقط جو قبیلہ بنی الدیل کا ایک شخص تھا اور اُجرت پر راستہ بتانے کا کام کرتا تھا۔ دو اونٹنیاں لے کر غار ثور کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مسلمان نہیں تھا مگر قابلِ اعتماد تھا۔ دونوں مسافروں نے اونٹنیاں اُس کے حوالے کر کے منصوبہ طے کر لیا تھا۔ ایک اونٹنی پر جس کا نام القصویٰ بیان ہوا ہے، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ گائیڈ سوار ہوئے اور دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکرؓ اور عامر بن فہیرہ سوار ہوئے۔ (خمیس و زرقانی)

مدینہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا خدا کی لعنت ان شہر والوں پر جنہوں نے اپنے نبی کی مخالفت کی اور اُس کو شہر سے نکال دیا آپؐ نے فرمایا

''ایسا مت کہو''

''رسول اللہؐ نے اپنا منہ مکہ کی طرف کیا۔ اُس مقدس شہر پر جس میں آپؐ پیدا ہوئے، جس میں آپؐ مبعوث ہوئے اور جس میں حضرت اسمٰعیلؑ کے زمانہ سے آپؐ کے آباؤ اجداد رہتے چلے آئے تھے آپؐ نے آخری نظر ڈالی اور حسرت کے ساتھ شہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے مکہ کی بستی! تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے''

اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے بھی نہایت افسوس کے ساتھ کہا ''ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 135)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کو ایسے تحریر فرمایا ہے۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیرہ برس تک سخت دل کافروں کے ہاتھ سے وہ مصیبتیں اُٹھائیں اور وہ دکھ دیکھے کہ بجز اُن برگزیدہ لوگوں کے جن کا خدا پر نہایت درجہ بھروسہ ہوتا ہے کوئی شخص ان دکھوں کو برداشت نہیں کرسکتا اور اس مدت میں کئی عزیز صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے اور بعض کو بار بار زدوکوب کر کے موت کے قریب کر دیا اور بعض دفعہ ظالموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر پتھر چلائے کہ آپؐ سر سے پیر تک خون آلودہ ہو گئے۔ اور آخر کار کافروں نے یہ منصوبہ سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا اور خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم اس شہر سے نکل جاؤ تب آپؐ اپنے ایک صحابی کے ساتھ جس کا نام ابوبکرؓ تھا نکل آئے اور خدا کا یہ معجزہ تھا کہ باوجودیکہ صدہا لوگوں نے محاصرہ کیا تھا مگر ایک شخص نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا اور آپؐ شہر سے باہر آ گئے اور ایک

پتھر پر کھڑے ہو کر مکہ کو مخاطب کر کے کہا کہ

''اے مکہ! تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا۔''

تب اس وقت بعض پہلے نوشتوں کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ :-

وہ ''نبی اپنے وطن سے نکالا جائے گا''

(روحانی خزائن جلد 23 چشمہ معرفت صفحہ 391)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

تَکَنَّفَ عَقْوَۃَ دَارِہٖ ذَاتَ لَیْلَۃٍ
جَمَاعَۃُ قَوْمٍ کَانَ لُدًّا وَّ مُفْسِدَا

ایک رات اس کے گھر کے قرب وجوار کا احاطہ ایسے لوگوں نے کر لیا جو جھگڑالو اور مفسد تھے۔

فَاَدْرَکَہٗ تَائِیْدُ رَبٍّ مُّھَیْمِنٍ
وَنَجَّاہُ عَوْنُ اللّٰہِ مِنْ صَوْلَۃِ الْعِدَا

کارساز رب کی تائید نے اُس کو پالیا اور اللہ کی مدد نے اُس کو دشمنوں کے حملے سے نجات دے دی۔

تَذَکَّرْتُ یَوْمًا فِیْہِ اُخْرِجَ سَیِّدِیْ
فَفَاضَتْ دُمُوْعُ الْعَیْنِ مِنِّیْ بِمُنْتَدَا

مجھے وہ دن یاد آیا جس میں میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکالے گئے تو میری آنکھوں سے مجلس ہی میں آنسو بہہ پڑے۔

(قصائد الاحمدیہ صفحہ 80)

رہبر اس مقدس قافلے کو معمول کے راستے کی بجائے سمندر کے کنارے والے راستے سے لے کر چلا۔ اس راستے پر تجارت کے لئے آنے جانے والے مسافر حضرت ابوبکرؓ کو پہچانتے تھے تجارتی قافلوں کے مسافر اکثر ملتے رہنے سے ایک دوسرے کی صورتوں سے واقف ہو جاتے ہیں مگر پیارے آقاؐ کا یہ اس راستے پر پہلا سفر تھا اس لئے لوگ آپ سے واقف نہ تھے کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ سے ملتا تو پوچھتا

ابوبکرؓ یہ شخص کون ہے جو تمہارے آگے ہے؟

حضرت ابوبکرؓ جواب دیتے۔

یہ میرے ہادی ہیں مجھے راستہ بتاتے ہیں۔

سوال کرنے والا تو راستے سے مراد مکے سے مدینے کا راستہ لیتا مگر آنحضور ﷺ تو دنیا کو خدا تعالیٰ کی طرف ہدایت دینے والے صراطِ مستقیم کے ہادی تھے۔ آپؐ دو جہانوں کے بادشاہ تھے جبکہ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے غلام اور آپؐ کے محافظ تھے۔ اصل محافظ تو قادر و توانا خدا کی ذات ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظاہر اپنی ذمہ داری سمجھ رہے تھے اُن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا خود ہی کبھی آپؐ کے آگے ہو جاتے کبھی پیچھے ہو جاتے دائیں ہو جاتے کبھی بائیں ہو جاتے۔ یہ محبت کا ایک انداز تھا۔ اپنے ساتھی پر جانثاری کا جذبہ تھا۔ آپؐ کے قیمتی وجود ہونے کا جتنا احساس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھا اور کسی کو نہیں تھا۔ آپ ساری رات چلتے رہے اُس سے اگلا دن بھی ہو گیا گرم دن تھا راستے میں ایک چٹان اس طرح جھکی ہوئی نظر آئی کہ کچھ راستے میں اُس کا سایہ ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا لبادہ اس سایہ دار جگہ پر بچھا دیا۔ آنحضور ﷺ اس بچھونے پر لیٹ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے آس پاس جو کوڑا کرکٹ تھا اُسے صاف کرتے رہے اتنے میں ایک چرواہا اپنی بکریوں کے ساتھ چٹان کے سائے میں آرام کرنے کے لئے آ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ

نے اُس سے پوچھا

تمہاری بکریاں دودھ دیتی ہیں کیا تم دودھ دوھ سکتے ہو

اُس نے کہا : ہاں

آپ نے کہا

تھنوں کو جھاڑ کر صاف کر لو۔ پھر ہاتھ صاف کروائے اور دودھ دوھنے کو کہا حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک چھاگل تھی جس کے اوپر ایک کپڑا بندھا ہوا تھا اس میں پانی تھا آپ نے دودھ پر اس طرح پانی ڈالا کہ وہ خوب ٹھنڈا ہو گیا پھر اپنے دوست کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے خوب سیر ہو کر پیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو بہت خوشی ہوئی ایک تو دودھ میسر آ گیا پھر آپؐ نے پسند فرمایا۔ آپؐ نے پوچھا کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا شام ہو چکی تھی آپ آگے روانہ ہوئے۔

(صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین)

آنحضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو مکہ سے غائب ہوئے جوں جوں وقت گذرتا جا رہا تھا کفار مکہ کی مایوسی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اب وہ یہ اعلان کروا رہے تھے کہ کوئی اگر اُنہیں جان سے مار دے گا یا قید کر کے پکڑ کر لے آئے گا اُسے بہت بڑا انعام دیا جائے گا...... جگہ جگہ ٹولیوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ ان میں ایک گروہ میں ایک شخص سُراقہ بن مالک جعشم بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے باتوں باتوں میں کہا کہ میں نے ابھی سمندر کے کنارے کچھ آدمی جاتے دیکھے ہیں میرا خیال ہے کہ وہی ہوں گے محمدؐ اور اُس کے ساتھی......

سراقہ کو یہ بات دل کو لگی ہو نہ ہو یہ شخص جن مسافروں کا ذکر کر رہا ہے وہی ہوں جن کو پکڑنے پر انعام و اکرام کا چرچا ہو رہا ہے۔ یہ سوچتے ہی اس خیال سے کہ کسی کا دھیان ادھر نہ جائے بے پروائی سے کہا کہ وہ تو فلاں فلاں ہیں ابھی ہمارے سامنے سے گئے

ہیں۔ یہ کہہ کر پھر سیدھا گھر گیا اور اپنی خادمہ سے کہا

میرا گھوڑا تیار کر کے گھر کے پچھواڑے میں کھڑا کر دو اس کے بعد کا ماجرا سراقہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

''میں نے ایک نیزہ لیا اور گھر کی پشت کی طرف سے ہو کر چپکے سے نکل گیا اور گھوڑے کو تیز کر کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں زمین پر گر گیا، لیکن میں جلدی سے اُٹھا اور اپنا ترکش نکال کر میں نے ملک کے دستور کے مطابق تیروں سے فال لی۔ فال میرے منشاء کے خلاف نکلی۔ مگر (اسلام کی عداوت کا جوش اور انعام کا لالچ تھا) میں نے فال کی پرواہ نہ کی۔ اور پھر سوار ہو کر تعاقب میں ہولیا اور اس دفعہ اس قدر قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (جو اس وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے جا رہے تھے) قرأت کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بھی منہ موڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔ مگر ابوبکرؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر کی وجہ سے) بار بار دیکھتے تھے۔ میں جب ذرا آگے بڑھا تو میرے گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس دفعہ اس کے پاؤں ریت کے اندر دھنس گئے اور میں پھر زمین پر آ رہا۔ میں نے اُٹھ کر گھوڑے کو جو دیکھا تو اس کے پاؤں زمین میں اس قدر دھنس چکے تھے کہ وہ انہیں زمین سے نکال نہیں سکتا تھا۔ آخر بڑی مشکل سے وہ اُٹھا اور اس کی اس کوشش سے میرے اردگرد سب غبار ہی غبار ہو گیا۔ اس وقت میں نے پھر فال لی اور وہی فال نکلی۔ جس پر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو صلح کی آواز دی۔ اس آواز پر وہ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اُن کے پاس پہنچا۔ اس سرگذشت کی وجہ سے جو میرے ساتھ گذری تھی میں نے یہ سمجھا کہ اس شخص کا ستارہ اقبال پر ہے اور یہ کہ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب رہیں

گے؛ چنانچہ میں نے صلح کے رنگ میں ان سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو قتل کرنے یا پکڑ لانے کے لئے اس اس قدر انعام مقرر کر رکھا ہے اور لوگ آپؐ کے متعلق یہ یہ ارادہ رکھتے ہیں اور میں بھی اسی ارادے سے آیا تھا مگر اب میں واپس جاتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے انہیں کچھ زادِ راہ پیش کیا مگر انہوں نے نہیں لیا اور نہ ہی مجھ سے کوئی اور سوال کیا۔ صرف اس قدر کہا کہ ہمارے متعلق کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس کے بعد میں نے (یہ یقین کرتے ہوئے کہ کسی دن آنحضرت ﷺ کو ملک میں غلبہ حاصل ہو کر رہے گا) آپؐ سے عرض کیا کہ مجھے ایک امن کی تحریر لکھ دیں۔ جس پر آپؐ نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا اور اُس نے مجھے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امن کی تحریر لکھ دی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ساتھی آگے روانہ ہو گئے۔ (بخاری کتاب الہجرت)

(سیرۃ خاتم النبیینؐ صفحہ 241)

سراقہ کی واپسی کے وقت ایک عجیب واقعہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو سراقہ کی آئندہ زندگی کا ایک واقعہ کشفاً دکھا دیا آپؐ نے سراقہ سے فرمایا

سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب شہنشاہِ ایران کے سونے کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہوں گے۔

سراقہ نے حیران ہو کر کہا

کسریٰ بن ہُرمز شہنشاہِ ایران کے...... ؟

آپؐ نے فرمایا

ہاں

وہ حیرت زدہ ہو گیا اپنا ہاتھ سامنے کر کے کہا

اِن ہاتھوں میں کڑے؟

آپؐ نے فرمایا

میں تو دیکھ رہا ہوں

(حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہ واقعہ بالکل اسی طرح ہوا)

سراقہ واپس چلا گیا تو آپؐ نے قدم آگے بڑھائے۔ آپؐ کی منزل قریب آ رہی تھی اللہ تعالیٰ نے عجیب انتظام فرمایا کہ مدینہ پہنچنے سے پہلے آپ کے لئے صاف لباس اور خوراک مہیا فرما دی۔

وہ اس طرح کہ راستے میں زبیر بن العوامؓ سے ملاقات ہو گئی وہ شام کے تجارتی سفر سے واپس مکہ جا رہے تھے۔ زبیر نے ایک جوڑا سفید کپڑوں کا آپؐ کی خدمت میں پیش کیا اور ایک جوڑا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں۔ اس طرح دونوں مسافروں کو ستھرے لباس مل گئے۔ پھر آپ کا گزر ایک خاتون اُمّ معبد کے خیمے کے پاس سے ہوا وہ تنہا ضعیف عورت مسافروں کو کھانا پانی پیش کر دیا کرتی تھیں۔ آپؐ کے ساتھیوں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارے پاس خوراک گوشت کھجور وغیرہ کچھ ہے مگر اتفاق کی بات کہ اُس دن اُس کے پاس کچھ بھی نہ تھا آپؐ نے کونے میں ایک کمزور سی بکری دیکھی اُمّ معبد سے پوچھا

اُمّ معبد یہ بکری کیسی ہے؟

اُمّ معبد کہنے لگیں

یہ اپنی کمزوری اور لاغری کی وجہ سے ریوڑ سے پیچھے رہ گئی ہے چراگاہ نہیں جا سکی یہ تو دودھ بھی نہیں دیتی۔

آنحضورؐ نے فرمایا

تم اس کا دودھ دوہنے کی اجازت دیتی ہو

اُمّ معبد کہنے لگیں

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر اس بکری میں دودھ نظر آتا ہے تو

پھر دودھ لو۔

حضورؐ نے بکری کو اپنے پاس بلایا اور اللہ کا نام لے کر دودھ دوہا۔ خدا تعالیٰ کی شان کہ اُس لاغر بکری نے اتنا دودھ دیا کہ ایک بڑا برتن دودھ کا بھر گیا۔ آپؐ نے سب سے پہلے اُمّ معبد کو دودھ پینے کے لئے دیا جب وہ خوب سیر ہو گئیں تو سب کو پلانے کے بعد آپؐ نے دودھ پیا۔ ابھی بہت دودھ باقی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت کا یہ واقعہ اُمّ معبد بڑے مزے لے لے کر سناتیں اور آپؐ کے حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کو عمدگی سے بیان کرتیں۔

(دلائل النبوت حدیث اُمّ معبد جلد 1 صفحہ 278 سے استفادہ)

بارہ ربیع الاول 14 نبوی مطابق 20 ستمبر 622ء کو آپؐ مدینہ کے پاس پہنچے۔

(سیرۃ خاتم النبیین صفحہ 243)

یہ سفر آٹھ دن جاری رہا آپ 19 ستمبر 622ء کو مدینہ کے قریب پہنچے۔

(ہجری شمسی کیلنڈر دوست محمد شاہد)

مدینے میں آمد

مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں گہما گہمی تھی کسی بہت بڑے مہمان کا انتظار تھا۔ بچے بوڑھے جوان مرد عورتیں اپنے اپنے انداز میں جوش و مسرت کے ساتھ تیاریوں میں مصروف تھے اُنہیں اطلاع مل چکی تھی کہ اُن کے محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ روانگی کا علم تو ہو گیا تھا مگر پہنچنے کے معیّن وقت کا علم نہیں تھا۔ ایک تو پیارے آقا نے مکہ سے مدینہ ہجرت کا پروگرام نہایت رازداری سے بنایا تھا دوسرے تین دن غارِ ثور میں قیام رہا مدینہ والے سراپا انتظار تھے۔ مگر صحیح اندازہ نہ کر سکتے کہ آنحضورؐ کب تشریف لائیں گے۔

مدینہ میں خوش آمدید۔ مرحبا۔ جاء رسول اللہؐ جاء رسول اللہؐ۔ رسول اللہؐ آ گئے۔ رسول اللہؐ آ گئے کے نعرے لگ رہے تھے ساری فضا روح پرور نعروں سے گونج رہی تھی۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ شہر میں رُک کر انتظار مشکل ہو گیا۔ لوگ گروہ در گروہ روزانہ مدینہ سے باہر میلوں تک آگے آ کر آپؐ کے استقبال کے لئے نکلتے جشن کا سا سماں ہوتا لیکن شام ہونے پر اس امید کے ساتھ واپس چلے جاتے کہ اگلی صبح تو آپؐ ضرور ہی آ جائیں گے۔ اس راستے میں کچھ بلندی پر ایک ہموار جگہ تھی جسے حرّہ کہتے تھے یہاں چڑھ کر دور دور تک راستہ دیکھا جا سکتا تھا آپؐ کی پہلی جھلک دیکھنے کے شیدائی وہاں آ کر بیٹھ جاتے مگر دھوپ تیز اور ناقابلِ برداشت ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔

رسولِ خدا ﷺ کے انتظار میں آنکھیں بچھانے والے یہ لوگ کون تھے آپؐ سے کیوں اتنی محبت کرتے تھے کہ کڑکتی دھوپ کی پرواہ کئے بغیر پہروں ٹیلے پر

بیٹھ کر اُس مسافر کا رستہ دیکھتے جس کو اُس کے ہم وطنوں نے تکلیفیں دے کر شہر سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا جس کے سر کی قیمت مقرر کی گئی تھی۔ جس کی دعوت الی اللہ کو روکنے کے لئے پورا زور لگا دیا گیا تھا جس کے شہر والے اپنی اخلاقی بیماری کو سمجھتے تھے نہ کسی معالج مسیحا کی قدر تھی بلکہ اُسے جان سے مارنے کی پوری کوشش کی تھی۔ وہ کیا حالات تھے جن کی وجہ سے مدینہ والے اس مہاجر رسول کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے ان باتوں کو سمجھنے کے لئے مدینے کے حالات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

مدینہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں گھری ہوئی ایک وادی ہے جو مکہ سے شمال کی طرف دو اڑھائی سو میل کے فاصلے پر بحرِ احمر کے مشرقی ساحل سے قریباً پچاس میل ہٹ کر واقع ہے۔ یہاں گرمیوں میں شدید گرمی اور سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے۔ اس کی زمین مکہ کی نسبت زرخیز ہے جس کی وجہ سے زراعت اور باغبانی ممکن ہے۔ بہت پرانی بات ہے کئی سو سال پہلے عمالیق قوم کے لوگ اس علاقے میں آئے اور زمین کی زرخیزی کی وجہ سے یہاں آباد ہو گئے۔ کھجوروں کے باغات لگانے لگے۔ چھوٹے چھوٹے قلعے بنا کر اُن میں رہنے لگے اُن کے بعد بنی اسرائیل یہودی یہاں آ کر آباد ہوئے۔ یہودیوں کے تین بڑے قبیلے تھے بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ یہ قبیلے بھی اپنے اپنے قلعے بنا کر رہنے لگے۔ تجارت' زراعت اور صنعت ان کے پیشے تھے یہ لوگ خوشحالی' تعلیم اور تمدن میں بہتر تھے اس لئے پورے علاقے میں ان کا اقتدار تھا۔ پھر یمن کی طرف سے بنو قحطان کے دو قبیلے جو دو بھائیوں اوس اور خزرج کی اولاد تھے یہاں آ کر آباد ہوئے اور مقامی لوگوں کے دستور کے مطابق قلعے بنا کر رہنے لگے۔ یہودیوں کو اقتدار حاصل تھا اس لئے اوس اور خزرج قبائل کو دبا کے رکھتے تھے۔ اس دباؤ اور ظلم سے تنگ آ کر انہوں نے قریبی ریاست غسان کے بادشاہ سے مدد لے کر ہوشیاری کے ساتھ بڑے بڑے یہودیوں کو قتل کروا دیا۔ اس طرح یہودی کمزور ہو

گئے اوس وخزرج طاقتور ہو گئے۔ مگر ایک بُری بات یہ ہوئی کہ طاقت پکڑتے ہی آپس میں لڑنے لگے اور لڑتے لڑتے اتنے کمزور ہو گئے کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے یہودیوں کی مدد مانگی۔ یہودی تو پہلے ہی ان سے خار کھائے ہوئے تھے یہودی قبیلہ بنوقینقاع قبیلہ خزرج کے ساتھ مل گیا اور بنونضیر اور **بنو قریظہ** اوس کے ساتھ مل گئے اس طرح دو بڑے بڑے گروہ بن گئے اور ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کیلئے آپس میں جنگیں کرنے لگے۔ یہودی فطرتاً شرارت پسند تھے۔ اختلافات پیدا کر کے لڑائی کروانا اُن کی عادت تھی۔ سب سے طویل، مشہور اور خوں ریز جنگ جنگِ بُعاث کہلاتی ہے یہ اُس زمانے میں لڑی جا رہی تھی جب مکہ میں آنحضرتؐ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا۔

''اسلام کے مدینہ میں آنے کے قریب کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو اس حالت کا احساس پیدا ہوا اور انہوں نے اپنی حالت پر غور کرنا شروع کیا آخر بعض لوگوں نے یہ تجویز کی کہ اس فتنہ کے سدِّ باب کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ مدینہ میں ایک منظّم حکومت قائم کی جائے اور اپنے میں سے کسی کو بادشاہ تجویز کر لیا جائے یہ خیال زور پکڑ گیا اور مدینہ کے مشرک لوگ ایک بادشاہ کے انتخاب پر متفق ہو گئے آخر ایک شخص عبداللہ ابن ابی سلول پر جو خزرج قبیلہ کا رئیس تھا سب کا اتفاق ہوا عام رواج کے مطابق اس کے لئے ایک تاج بنوانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ ان تک اسلام کی آواز پہنچ گئی اور انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی مشکلات کا علاج اسلام ہے۔

(تفسیر کبیر جلد اول صفحہ 171)

اسلام کا پیغام مدینہ پہنچ چکا تھا۔ باقاعدہ نمازِ جمعہ کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ قرآنِ کریم کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ پیغام الٰہی کا نور آہستہ آہستہ اُن کے شہر کو منور کر رہا تھا۔ لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ پیشگوئیوں کے مطابق موعود نبی مطلع

مدینہ پر نمودار ہونے والا ہے۔ اُنہیں کے انتظار میں مدینہ والے آنکھیں بچھائے بیٹھے تھے۔

ایک دن انتظار کی گھڑیوں میں سورج سر پر آ گیا اور دوپہر کی گرمی میں شدت آ گئی تو لوگ اُٹھ کر واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اتنے میں ایک بلند آواز نے چونکا دیا۔

"اے قیلہ کی اولاد جس کا تمہیں انتظار تھا وہ آ گئے"

(قیلہ اوس وخزرج کی دادی کا نام تھا۔ سب کو ایک ساتھ مخاطب کرنے کے لئے ایسے پکارا جاتا تھا)۔

یہ آواز ایک یہودی کی تھی جس نے اونٹنیوں کے پیروں سے اُٹھنے والی گرد اور مسافروں کے چمکتے چہروں سے اندازہ لگالیا کہ یہی وہ عظیم الشان مہمان ہیں جن کے انتظار میں مدینے کے گلی کوچوں میں نئی زندگی کی ہماہمی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سے لوگ گھروں سے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے اپنے ہتھیار سجاتے ہوئے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ مدینہ میں ہتھیار لگا کر نکلنا اس بات کی علامت تھی کہ مہمان کو بہت عزت دی جارہی ہے۔

یہ 20 ستمبر 622ء بمطابق 8 ربیع الاول 1ھ پیر کا دن تھا لوگوں کا مجمع پانچ سو افراد تک پہنچ گیا جو ایک نظر ایک جھلک اپنے آقا کو دیکھنے کا مشتاق تھا۔

(صحیح بخاری جلد اول صفحہ 233 حدیث 413)

رسول اللہؐ آ گئے نبی اللہؐ آ گئے کے روح پرور نعرے ہر طرف گونج رہے تھے ایک صحابی براء بن عازب کہتے ہیں کہ جو خوشی انصار کو آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے کے وقت پہنچی ویسی خوشی کی حالت میں مَیں نے اُنہیں کبھی کسی

اور موقع پر نہیں دیکھا۔

(بخاری باب 15 حدیث 3647)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے پیارے انداز میں ان محبت کرنے والے دلوں کی تعریف فرمائی ہے۔

''جب نفوس صافیہ کا جذب ہوتا ہے تو مدد و معاون بھی پیدا ہو جاتے ہیں صحابہؓ کے دل اچھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے ایک رسول بھی پیدا کر دیا ایسا ہی کہتے ہیں کہ مکہ سے جو مدینہ کی طرف ہجرت کی اس میں بھی یہی سِرّ تھا کہ وہاں کے اصلاح پزیر قلوب کا ایک جذب تھا۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 244)

یعنی وہ دل جو اصلاح کی طرف مائل تھے اُن کے جذبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

ہجرت کے کامیاب سفر اور احباب سے ملاقات نے آپؐ کو مسرور کر دیا۔ ملاقات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خیال کے ماتحت (جس کا ذکر تاریخ میں نہیں آیا) سیدھے شہر کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ دائیں طرف ہٹ کر مدینہ کی بالائی آبادی جو اصل شہر سے دو ڈھائی میل کے فاصلے پر تھی اور جس کا نام 'قبا' تھا تشریف لے گئے اس جگہ انصار کے بعض خاندان آباد تھے۔

(سیرۃ خاتم النبیینؐ صفحہ 264)

آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے مکہ اس حال میں چھوڑا تھا کہ چاروں طرف خون کے پیاسے آپؐ کی گھات میں لگے ہوئے تھے اور یہاں مدینہ میں علی الاعلان توحید و رسالت کی گواہیاں دی جارہی تھیں۔ چمکتے چہروں اور کھلی بانہوں سے استقبال

ہو رہا تھا یہ سب خدا تعالیٰ کا خاص کرم تھا کہ اُس نے خراب سے خراب حالات میں بھی آپؐ کی حفاظت فرمائی اور کسی دشمن کے ناپاک منصوبے آپؐ کو نقصان نہ پہنچا سکے تھے۔ ہجرت بہت بڑا واقعہ تھا اسلامی تاریخ میں اسی واقعۂ ہجرت سے سن ہجری کا آغاز ہوا اب ہم سیرت پاک کے مطالعے میں سنِ نبوی کی جگہ سن ہجری لکھیں گے۔

قبا میں آپؐ ممتاز بن عوف کے خاندانی مکان میں ٹھہرے جس کے رئیس کلثوم بن الہدم تھے۔ ان کے مکان میں پہلے ہی مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے کچھ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے آپؐ کی آمد کی خبر چند لمحوں میں پورے شہر میں پھیل گئی لوگ گروہ در گروہ آپؐ کی ملاقات کے لئے آنے لگے۔

"اس موقع پر ایک ایسی بات ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کے کمال پر دلالت کرتی ہے مدینہ کے اکثر لوگ آپؐ کی شکل سے واقف نہ تھے جب قبا سے باہر آپؐ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھاگتے ہوئے مدینہ سے آپؐ کی طرف آ رہے تھے تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ سادگی سے بیٹھے ہوئے تھے اُن میں سے ناواقف لوگ' حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ کر جو عمر میں گو چھوٹے تھے مگر اُن کی داڑھی میں کچھ سفید بال آئے ہوئے تھے اور اسی طرح اُن کا لباس رسول اللہؐ سے کچھ بہتر تھا' یہی سمجھتے تھے کہ ابوبکرؓ رسول اللہؐ ہیں اور بڑے ادب سے آپ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ بات دیکھی تو سمجھ لیا کہ لوگوں کو غلطی لگ رہی ہے وہ جھٹ چادر پھیلا کر سورج کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہؐ! آپؐ پر دھوپ پڑ رہی ہے میں آپؐ پر سایہ کرتا ہوں اور لطیف

طریق سے انہوں نے لوگوں پر اُن کی غلطی کو ظاہر کر دیا۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 137)

کلثوم کے مکان کے قیام کے دوران آپؐ نے دریافت فرمایا

''اسعد بن زُرارہ نظر نہیں آ رہے''

یہ خوش نصیب شخص جس کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو تلاش تھی مدینہ کے اولین مسلمانوں میں سے تھے جو پہلی بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ اور مدینہ میں تبلیغ اسلام کرتے تھے۔ دوسری بیعت عقبہ میں شامل ہونے والے بہتر (72) اشخاص کے آپؐ نے بارہ نقیب مقرر فرمائے جن میں سے ایک اسعد بن زُرارہؓ تھے جو امام نماز مقرر ہوئے...... وہ جنگ بعاث میں شامل تھے اور ایک خزرجی رئیس اُن سے قتل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے قبیلہ اوس کے لوگ اُن کے خون کے پیاسے تھے۔ اس لئے زیرِ زمین ہو گئے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبا میں تشریف آوری کا سُن لیا تھا مگر قدم بوسی کے لئے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ رات کا اندھیرا پھیلا تو منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے خاموشی سے حضور کے دیدار کے لئے آئے اور صبح کے اُجالے سے پہلے واپس چلے گئے۔

آنحضورؐ نے قبیلہ اوس کے سرداروں سے فرمایا کہ اسعد کو پناہ دو۔ یہ پہلا موقع تھا کہ آپؐ کی برکت سے دونوں قبیلوں میں صلح کی رسم پڑی سعد ابن خیثمہ اسعد بن زرارہ کو ساتھ لے کر مدینے کی گلیوں سے گھومتے ہوئے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جانی دشمن برکاتِ نبوت سے یک جان ہو گئے۔ آپؐ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ انسانوں کو انسانیت کے آداب سکھائیں اور پھر انسانیت کو ترقی دے کر اعلیٰ اخلاق سکھائیں اور پھر اعلیٰ اخلاق میں محبتِ الٰہی کے رنگ بھر کے اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہوں پر ڈال دیں اتنا قریب کہ خدا کی رضا اُن کی رضا ہو جائے اور وہ خدا میں فنا اور محو ہو جائیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب سے مقدم خانۂ خدا کی

تعمیر تھی۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے قبا کے قیام کے اگلے ہی دن یعنی 21 ستمبر 622ء مطابق 9 ربیع الاول 1ھ ایک مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ زمین پر پہلی مسجد تھی جس کا سنگِ بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا۔

روایت ہے کہ حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ قریب کی پتھریلی زمین سے پتھر جمع کر کے لاؤ۔ پتھر جمع ہو گئے تو حضورؐ نے خود ایک خط کھینچا اور خود اس پر پہلا پتھر رکھا۔ پھر بعض بزرگ صحابہ سے فرمایا اس کے ساتھ ایک ایک پتھر رکھو پھر عام اعلان فرمایا کہ ہر شخص ایک ایک پتھر رکھے۔ حضورؐ خود بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے یہاں تک کہ جسمِ مبارک جھک جاتا۔ پیٹ پر مٹی نظر آتی۔

(**المعجم الکبیر للطبرانی** جلد 24 صفحہ 318 مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ)

اپنی مدد آپ کے تحت ہونے والے اس پہلے کام کا مہاجرین مکہ اور مسلمانانِ مدینہ پر بہت اچھا اثر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نگرانی بھی فرما رہے تھے اور کام بھی کر رہے تھے مزدوروں کے ساتھ بغیر کسی امتیاز کے بغیر کسی ظاہری بڑائی کے اظہار کے آپؐ پتھر اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے۔ عرب کے معاشرے نے آقا اور غلام کا کلچر دیکھا ہوا تھا وہ اس انسان دوست نبیؐ کو دیکھ کر حیران رہ گئے آپؐ پتھر اُٹھاتے تو جاں نثار آگے بڑھ کر عرض کرتے ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں آپؐ چھوڑ دیں ہم اُٹھائیں گے آپؐ اُن کی درخواست سُن کر وہ پتھر چھوڑ بھی دیتے تو دوسرا اُس جیسا یا اُس سے بھی وزنی اُٹھا لیتے مسجد کی تعمیر کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول تھا اور وہ سب کو چاہئے تھی اس لئے سب ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ ایک شاعر تھے اس موقعہ پر اُن کے اشعار نے بڑی رونق لگائی اور کام کرنے کا جذبہ بڑھایا آپ اونچی آواز سے پڑھتے

اَفْلَحَ مَنْ یُعَالِجَ الْمَسَاجِدَا

کامیاب ہیں وہ جو مسجد تعمیر کرتے ہیں

سب مل کر جواب دیتے

وَیقرء القرآن قائِمًا وَّ قاعِدًا

اور اُٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتے ہیں

پھر سب مل کر پڑھتے

وَلَا یبیتُ اللّیل عنه راقِدا

اور جو راتوں کو عبادت کے لئے جاگتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ اپنی آواز ملاتے تھے۔

(وفاء الوفا بحوالہ ابن شبہ جلد 1 صفحہ 181)

چند دن میں یہ مسجد تعمیر ہوگئی۔

آپؐ اس مسجد سے بہت محبت کرتے تھے مدینہ جانے کے بعد ہر شنبہ قبا تشریف لاتے تھے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس مسجد میں دو رکعت نفل ادا فرماتے۔

(بخاری جلد اول صفحہ 482 حدیث 1114 باب 753)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے بہت محبت تھی آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ نماز مومن کی معراج ہے آپؐ اسلام قبول کرنے والوں کو نماز باجماعت کی بے حد تلقین فرماتے۔ نماز مکہ میں فرض ہوگئی تھی۔ ہجرت کے کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے نماز کی رکعات متعین فرما دیں جو مکہ والی نماز سے زیادہ تھیں۔ فجر اور مغرب میں پہلے کی طرح دو رکعات اور تین رکعات فرض ہی تھے ظہر عصر اور عشاء میں دو کی بجائے چار رکعات فرض مقرر فرمائے۔ البتہ سفر کے دوران یہ سہولت رکھی کہ مغرب کے علاوہ سب

نمازوں میں دو دو رکعات فرض ادا کئے جائیں۔ اسی طرح آپؐ نے نوافل پڑھنے پر بھی زور دیا نمازِ تہجد سے تو آپؐ کو اسقدر پیار تھا کہ پابندی سے ادا کرتے اور لمبی لمبی سورتیں پڑھتے اور دیر تک دعائیں کرتے حتیٰ کہ آپؐ کے پاؤں سوج جایا کرتے۔

قبا میں آپؐ کا چند دن قیام رہا بعض روایتوں میں چار دن اور بعض میں دس دن بھی مذکور ہے۔ یہیں قیام کے دوران حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی مکہ والوں کو اُن کی امانتیں لوٹا کر جس میں تین دن لگ گئے سفر کر کے قُبا پہنچے اور آنحضرت ﷺ سے آملے۔

اب قبا سے مدینہ روانگی کا دن آیا آپؐ اپنی اونٹنی القصویٰ پر سوار ہوئے آپؐ کے ساتھ آپؐ کے یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سوار ہوئے مگر اب یہ سوار دو ہی نہیں تھے بلکہ بہت سے لوگ اس قافلے میں شامل ہو گئے تھے کچھ اپنی سواریوں پر تھے کچھ پیدل ہی ساتھ ہو لئے قافلہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع ہوا راستے میں جمعہ کا وقت آ گیا آنحضرت ﷺ نے بنی سالم بن عوف کے محلہ میں ٹھہر کر نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔ اس سے پہلے نمازِ جمعہ کا آغاز تو ہو چکا تھا مگر یہ وہ نماز جمعہ تھی جو آنحضرت ﷺ نے پڑھائی یہ جمعہ 24ستمبر 622ء مطابق 11 ربیع الاول 1ھ کو پڑھا گیا۔

جمعہ کی نماز میں سو (100) احباب شامل ہوئے۔

(طبقات ابن سعد اخبار النبی جلد اول صفحہ 302)

آپؐ نے خطبہ میں اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ بیان کیا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"مسلمانو! میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں بہترین وصیت جو مسلمان، مسلمان کو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ

اُسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور تقویٰ کے لئے کہے۔ اللہ نے جن باتوں سے تمہیں دور رہنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے نہ ذکر۔ یاد رکھو! جو شخص خشیت الٰہی کے ساتھ عمل کرتا ہے اُس کا تقویٰ اُمورِ آخرت میں بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ نیز جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ اور ظاہر میں درست رکھتا ہے تو اُس کے لئے دنیا میں ذکر باقی رہے گا اور آخرت میں نیکیوں کا ذخیرہ بن جائے گا۔''

(تاریخ طبری حصہ اول صفحہ 144)

نمازِ جمعہ کے بعد آپؐ کا قافلہ اپنی منزل کے لئے روانہ ہوا راستے میں بھی لوگوں کا جوش وخروش دیکھنے کے قابل تھا۔ بعض مسلمانوں نے بڑے ادب سے عرض کی کہ ہمارا گھر حاضر ہے ہماری جان حاضر ہے ہمارا مال حاضر ہے ہم آپؐ کی حفاظت کے سامان بھی کرسکتے ہیں آپؐ ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ آپؐ بڑی محبت سے ان دعوت دینے والوں کے لئے دعائے خیر فرماتے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھتے رہے۔

مدینہ میں داخل ہوئے تو پُرشوق استقبالیہ نعروں سے پورا شہر گونج رہا تھا مگر اُن سب آوازوں میں سب سے پُرمسرت اُن بچوں اور بچیوں کی آوازیں تھیں جو آپؐ کی آمد پر خوشی کے ترانے گا رہے تھے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا

جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعٖ

”یعنی چودھویں رات کا چاند ہم پر وداع کے موڑ سے چڑھا ہے اور جب تک خدا کی طرف بلانے والا دنیا میں کوئی موجود رہے ہم پر اس احسان کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے اور اے وہ جس کو خدا نے ہم میں مبعوث کیا ہے تیرے حکم کی پوری اطاعت کی جائے گی۔

رسولِ کریم ﷺ جس جہت سے مدینہ میں داخل ہوئے تھے وہ مشرقی جہت نہیں تھی مگر چودھویں رات کا چاند تو مشرق سے چڑھا کرتا ہے۔ پس مدینہ کے لوگوں کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ اصل چاند تو روحانی چاند ہے ہم اس وقت تک اندھیرے میں تھے اب ہمارے لئے چاند چڑھا ہے اور چاند بھی اُس جہت سے چڑھا ہے جدھر سے وہ چڑھا نہیں کرتا۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 138)

مدینہ میں اپنے قیام کے بارے میں آپؐ نے قبا میں ہی ارادہ ظاہر فرمایا تھا کہ ”میں عبد المطلب کے ننھیال بنو نجّار کے ہاں ٹھہروں گا“ (مسلم باب الہجرت) اس فیصلے سے آپؐ نے بڑی دانائی سے وقت پر ایسے سب دروازے بند کر دیے جن سے رقابت یا مخالفت اندر آسکتی تھی۔ بنو نجّار سے عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ کا تعلق تھا اور یہی خصوصیت آپؐ کے انتخاب کا باعث بنی۔ مدینہ میں اگرچہ ہر طرف عید کا سماں

تھا مگر بنو نجّار کے محلے میں زیادہ جوش و خروش تھا لوگ ہتھیار لگائے ہوئے دونوں طرف قطاروں میں کھڑے تھے بچیاں اپنی خوشی کا اظہار دف بجا بجا کر کر رہی تھیں۔

نَحنُ جَوارٍ مِنْ بنی نجارٍ
یا حبّذَا محمدا مِنْ جارٍ

ہم قبیلہ بنو نجّار کی لڑکیاں ہیں اور ہم کیا ہی خوش قسمت ہیں کہ محمد رسول اللہؐ ہمارے محلّہ میں ٹھہرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔

آپؐ ان نغمے الاپتی بچیوں کے قریب تشریف لائے بڑے پیار سے اُنہیں مخاطب ہو کر فرمایا

''کیا تم مجھے چاہتی ہو''

وہ بیک زبان بولیں

''جی ہاں یارسول اللہؐ''

آپؐ نے فرمایا ''میں بھی تمہیں چاہتا ہوں''

مشتاقانِ دید کے لئے یہ دن بہت خوشیوں کا دن تھا رسول اللہؐ اُن کی بستی میں تشریف لائے تھے اور اب بستی میں سے ایک خاص محلے میں تشریف لا چکے تھے اب بنو نجّار کے کسی گھرانے کو یہ شرف ملنے والا تھا کہ آپؐ اُسے اپنی قیام گاہ کے لئے پسند فرمالیں ذوق و شوق سے بے تاب ہو ہو کر لوگ آپؐ کی اونٹنی کی باگ پکڑ لیتے اور درخواست کرتے

یارسول اللہؐ ہماری جان مال گھر سب کچھ آپؐ کا ہے ہم آپؐ کی حفاظت بھی کر سکتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر

لگائی گئی ہے خود منزل تلاش کر لے گی۔

اونٹنی خراماں خراماں رواں تھی۔ حضرت بریدہ اسلمیؓ نے ایک جھنڈا بنالیا تھا وہ اُس کو لہراتے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے۔ آخر ایک جگہ یہ اونٹنی بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اونٹنی اُٹھی اور آگے کی طرف چلنے لگی لیکن پھر چند قدم چل کر واپس آئی اور اُسی جگہ جہاں پہلے بیٹھی تھی دوبارہ بیٹھ گئی آپؐ نے فرمایا

هذا انشاء الله المنزل

یعنی اللہ تعالیٰ کی منشاء سے یہی ہماری منزل ہے (بخاری کتاب الہجرت)

آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ زمین کس کی ملکیت ہے؟ آپؐ کو بتایا گیا کہ سہل اور سہیل دو یتیم بچے ہیں یہ زمین اُن کی ملکیت ہے آپؐ نے فرمایا

''میں اُنہیں معاوضہ دے کر راضی کرلوں گا''

پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہاں سے سب سے قریب کس کا گھر ہے؟ ''میرا گھر ہے'' حضرت ابوایوب انصاریؓ نے جواب دیا اور تیزی سے اونٹنی کی کاٹھی اُتار کر اپنے گھر لے گئے آپؐ نے مسکرا کر فرمایا

انسان وہیں جاتا ہے جہاں اُس کا سامان ہوتا ہے۔ گھر جاؤ اور ہمارے لئے کوئی کمرہ تیار کرو۔ (بخاری کتاب الہجرت)

''ابوایوب انصاریؓ کا مکان دو منزلہ تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اوپر کی منزل تجویز کی مگر آپؐ نے اس خیال سے کہ ملنے والوں کو تکلیف ہوگی نچلی منزل کو پسند فرمایا

انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شدید محبت پیدا ہوگئی تھی اُس کا مظاہرہ اس موقع پر بھی ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر حضرت ابوایوبؓ مان تو گئے کہ آپؐ نچلی منزل میں ٹھہریں لیکن ساری رات میاں بیوی اس خیال سے جاگتے رہے کہ

رسول اللہ ﷺ اُن کے نیچے سو رہے ہیں پھر وہ کس طرح اس بے ادبی کے مرتکب ہو سکتے ہیں کہ وہ چھت کے اوپر سوئیں۔ رات کو ایک برتن پانی کا گر گیا تو اس خیال سے کہ چھت کے نیچے پانی نہ ٹپک پڑے حضرت ابوایوبؓ نے دوڑ کر اپنا لحاف اُس پانی پر ڈال کر پانی کی رطوبت کو خشک کیا۔ صبح کے وقت پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارے حالات عرض کئے جس پر رسولِ کریم ﷺ نے اوپر جانا منظور فرمالیا۔ حضرت ابوایوبؓ روزانہ کھانا تیار کرتے اور آپؐ کے پاس بھجواتے پھر جو آپؐ کا بچا ہوا کھانا آتا وہ سارا گھر کھاتا۔ **کچھ دنوں** کے بعد اصرار کے ساتھ باقی انصار نے بھی مہمان نوازی میں اپنا حصہ **طلب کیا اور** جب تک رسول اللہ ﷺ کے اپنے گھر کا انتظام نہ ہو گیا باری باری مدینہ کے مسلمان آپؐ کے گھر کھانا پہنچاتے تھے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 139-138)

آنحضور ﷺ چھ ماہ تک حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر قیام پذیر رہے۔ وہ کتنے خوش نصیب تھے کہ میزبانِ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؐ کی دعائیں لیں۔ ہر روز **تبرک کھانا** نصیب ہوا۔ تبرک کھانے کے متعلق ایک بڑا دلچسپ اور سبق آموز واقعہ ہوا۔

حضرت ابوایوبؓ اور اُن کی بیگم پہلے آنحضورؐ کی خدمت میں کھانا پیش کرتے جب بچا ہوا کھانا آتا تو دونوں میاں بیوی کھانا کھاتے اور شوق سے اُس جگہ سے کھاتے جہاں آپؐ کی مبارک انگلیوں کے نشان ہوتے۔ ایک روز کھانا ویسے کا ویسا واپس آ گیا آپؐ نے چکھا بھی نہ تھا۔ دونوں گھبرا گئے کہ نہ جانے کیا غلطی ہوئی ہے بھاگے بھاگے گئے اور سبب دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا

ابوایوب تم نے پیاز ڈال دی تھی اور میں بو کے سبب اُس کو نہیں کھاتا کیونکہ مجھ کو فرشتوں سے ہم کلام ہونا ہوتا ہے تم

شوق سے کھاؤ۔

ابوایوب انصاریؓ کہتے ہیں اُس روز کے بعد میں نے کبھی رسول اللہؐ کے کھانے میں پیاز نہیں ڈالی۔

(ابن ہشام اردو ترجمہ جلد اول صفحہ 334)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے دومنزلہ مکان کے متعلق ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ایک ہزار سال پہلے علاقہ یمن کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام تبع ابنِ حسان حمیری تھا اس کی سلطنت اتنی وسیع تھی گویا ساری دنیا کو فتح کرلیا تھا جب تبع ملک پر ملک فتح کرتا ہوا یثرب پہنچا تو یہاں کے یہودی علماء نے اس کو بتایا کہ یہ علاقہ کوئی معمولی علاقہ نہیں ہے یہاں آئندہ زمانے میں ایک نبی ظاہر ہوگا جس کا نام محمدؐ ہوگا وہ ہجرت کر کے آئے گا اور قیام کرے گا پھر وہ یہاں سے کبھی واپس نہیں جائے گا۔ شہر کی عظمت کا علم ہوا تو بادشاہ کو خدا کا خوف محسوس ہوا تباہی سے ہاتھ روک لئے' خانۂ کعبہ کی زیارت کی' یثرب میں ایک شاندار محل بنوایا تاکہ جب وہ عظیم الشان نبی ہجرت کر کے آئے تو اس میں قیام کرے اُس نے ایک تحریر بھی لکھی جس میں اپنے تابع دار ہونے کا اقرار کیا اپنے علماء کو یثرب میں ٹھہرنے کی اجازت دی شاہِ تبع کا سجا سجایا محل اور وہ تحریر نسل در نسل ایک عالم کے خاندان کی تحویل میں رہی وقت گذرنے کے ساتھ محل کی شان وشوکت باقی نہ رہی تاہم جو حصہ باقی تھا اُسی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہوا کیونکہ حضرت ابوایوب انصاریؓ اُسی عالم کی نسل سے تھے۔ اسی طرح جس زمین پر مسجد نبوی تعمیر ہوئی وہ بھی اسی محل کے ساتھ کی زمین تھی۔

(خلاصہ تاریخ حلبیہ بحوالہ ابن اسحٰق مبداء وقصص الانبیاء)

ایک دن بڑے مزے کا واقعہ ہوا آپؐ کی خدمت میں ایک بہت اچھا تحفہ پیش کیا گیا۔ آپؐ کی رشتے کی خالہ اُمّ سلیمؓ بنتِ سلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئیں آپؐ کے ساتھ دس سال کا ایک بچہ تھا۔ جس کو پیارے آقاؐ کو ایک نظر دیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ وہ آپؐ کی آمد پر بہت خوش تھا خوشی کے نعرے لگانے میں آگے آگے تھا اپنی خوشی کا اظہار بعد میں ایک دفعہ ان الفاظ میں کیا۔

"میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ کوئی دن اُس دن سے خوب تر اور روشن تر ہو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جس دن آپؐ مدینہ تشریف لائے آپؐ کے جمالِ جہاں آرا سے ہر چیز روشن ہوگئی"

(مشکوٰۃ شریف صفحہ 547)

حضرت اُمّ سلیمؓ نے انس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا:۔

هذا انس غلام يخدمك

یہ انس ہے آپؐ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں

آپؐ نے یہ پیارا تحفہ قبول فرمایا۔ ساری عمر ساتھ رکھا حضرت انس کو خادمِ رسولؐ کہا جاتا ہے یہ خدمت ایسی سعادت تھی جو دو جہانوں کی نعمت سے بڑھ کر تھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو دعا دی

"اے خدا انس کے مال و اولاد میں برکت دے اور اسے جنت میں داخل کر"

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا سنی

"انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اسلام کے بہت بڑے عالم ہوئے اور آہستہ آہستہ بہت بڑے مالدار ہو گئے انہوں نے ایک سو سال سے زیادہ عمر پائی اور اسلامی بادشاہت میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے چھوٹی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور آپؐ کی زندگی تک آپؐ کے ساتھ رہا کبھی آپؐ نے مجھ سے سختی کے ساتھ بات نہیں کی کبھی جھڑکی

نہیں دی کبھی کوئی ایسا کام نہیں کہا جو میری طاقت سے باہر ہو۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 139)

ایک خادم کی اپنے آقا کے حُسنِ اخلاق کے متعلق اتنا خوبصورت بیان ظاہر کرتا ہے کہ عام گھریلو زندگی میں بھی آپؐ کس قدر اعلیٰ برتاؤ کا انداز اختیار فرماتے تھے آپؐ حضرت انسؓ کو اس طرح پیار کرتے جیسے والدین اپنے حقیقی بیٹے کو کرتے ہیں آواز دیتے تو بیٹا کہتے یا انیس اور کبھی لاڈ سے یاذالاذنین (اے دو کانوں والے) فرماتے۔

ہجرت کے شروع کے دنوں کا ایک اور واقعہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ تمام مہاجرین کے انصار کے مہمان تھے۔ دس دس آدمیوں کی ایک ایک جماعت انصاریوں کے ایک ایک گھر میں اُتاری گئی تھی۔ مقدادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس جماعت میں تھا جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل تھے ہمارے والے گھر میں چند بکریاں تھیں انہیں کے دودھ پر گذارا تھا دودھ دوھ کر سب اپنا اپنا حصہ پی لیتے اور آپؐ کے لئے ایک پیالہ میں رکھ چھوڑتے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس تشریف لانے میں بہت دیر ہوئی تو سب لوگ دودھ پی پلا کر سو رہے آپؐ کے لئے کچھ نہ چھوڑا شاید یہ خیال کیا کہ باہر کھانا کھالیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے دودھ پینے لگے تو دیکھا پیالہ خالی تھا کسی سے کچھ نہ کہا پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا

یا اللہ! جو آج ہمیں کھلائے تو بھی اُسے کھلانا

مقدادؓ نے یہ بات سُنی اور چاہا کہ ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکا کر آپؐ کو کھانا کھلائیں۔ مگر آپؐ نے روک دیا اور بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ دوہا اور جو نکلا پی کر سو رہے اور دودھ کا حصہ نہ رکھنے والوں کو کسی قسم کی ملامت نہ کی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں راہِ مولا کے اسیروں کو یاد کرتے تھے اور اُن کی رہائی

کی دعائیں کرتے تھے۔ الگ الگ نام لے لے کر اور اجتماعی طور پر سب کے لئے بھی آپؐ کی ایک دعا ہے

"اے اللہ! ولیدؓ ابن ولید کو نجات فرما۔ اے اللہ! سلمہؓ ابن ہشام کو رہائی عطا فرما۔ اے اللہ! عیاشؓ ابن ربیعہ کو چھٹکارا دلا دے۔ اے اللہ! ہشامؓ ابن عاص کو آزادی عنایت فرما۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما"

آپؐ کی دعائیں قبول ہوئیں اور آہستہ آہستہ سب ہی مسلمانوں کو مشرکین کے پنجوں سے آزادی مل گئی۔

آپ کو یاد ہو گا کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت آنحضور ﷺ نے خاص حکمتِ عملی سے منصوبہ بندی فرمائی تھی گھر کے سب لوگوں نے ایک ساتھ ہجرت نہیں کی تھی بلکہ خواتین اور بچے مکہ میں ہی رہ گئے تھے۔ قبا کے قیام کے دوران حضرت علیؓ تشریف لے آئے تھے اب باقی سب کو بُلانے کیلئے آپؐ نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور اپنے غلام ابو رافع کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر بھیجا کہ مکہ جا کر ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادیوں کو لے آئیں۔

(ابن سعد، طبقات جلد اول صفحہ 304)

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبد اللہؓ کو لکھا کہ وہ بھی اپنی والدہ اور بہنوں کو لے کر آ جائیں چنانچہ حضرت زیدؓ کے ساتھ حضرت سودہؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ، حضرت اُمّ کلثومؓ اُن کی بیگم اُمّ ایمنؓ اور بیٹا اُسامہ مدینے آ گئے آپؐ نے اپنے اہل خاندان کو حارث بن نعمان کے گھر ٹھہرایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر سے اُن کی بیگم اُمّ رومانؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ مدینے آ گئے حضرت رقیہؓ ان دنوں اپنے شوہر حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ حبشہ میں تھیں اور حضرت زینبؓ اپنے شوہر ابو العاص

کے ساتھ مکہ میں رہیں کیونکہ اُن کے شوہر نے ہجرت کی اجازت نہ دی تھی۔ اس طرح ہجرت کے تمام مرحلے خیر و عافیت سے مکمل ہوئے۔ یہ بات کچھ عجیب سی لگ رہی ہے کہ جہاں سب سے زیادہ خطرہ تھا وہاں کمزور عورتوں اور بچوں کو پیچھے چھوڑ دیا مگر اصل بات یہ تھی کہ آپؐ نے دشمنوں کی سوچ کو اس راہ پر ڈالے رکھا کہ بیوی بچے پیچھے ہیں آخر بچ کر کہاں جائیں گے مگر جب آپؐ دشمنوں کے ہاتھوں سے صاف نکل گئے تو بوکھلاہٹ میں کوئی قدم نہ اُٹھا سکے اور آپؐ کی منصوبہ بندی ہر لحاظ سے مکمل اور کامیاب رہی۔

جب یہ قافلہ قبا پہنچا تھا تو حضرت اسماءؓ کے گھر عبداللہؓ ابن زبیرؓ پیدا ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا تشریف لائے ہوئے تھے آپؐ نے اس بچے کو گود میں لیا ایک کھجور منگوا کر اپنے منہ میں ڈال کر چبائی اور اپنا لعاب اس بچے کے منہ میں ڈال دیا یہ پہلا بچہ تھا جو مہاجرین میں پیدا ہوا۔

ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے حالات پڑھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نبی کا اپنے مخالفین کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے وطن کو چھوڑنا وہ بھی ایسی حالت میں کہ نبی کمزور نظر آئے اور مخالفین طاقتور بظاہر ایک پسپائی کی حالت ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں

"انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں جیسا کہ یہ ذکر صحیح بخاری میں موجود ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے کنعان کی طرف ہجرت کی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 350 حاشیہ)

قادر خدا چاہے تو اپنے اپنے وطن میں حفاظت کے سامان فرما دے مگر وہ علیم خدا جانتا ہے کہ اُس کا بندہ کہاں زیادہ کام کر سکتا ہے۔ وہیں لے جاتا ہے۔

حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت داؤد، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سب نے ہجرت فرمائی۔ فرق یہ ہے کہ ان انبیائے کرام کی ہجرت کے پھل اپنے اپنے علاقوں تک محدود تھے جبکہ آنحضورؐ کی ہجرت کل انسانیت کے لئے پیغامِ امن بن گئی۔

واقعات اور نتائج کے لحاظ سے آنحضرتؐ کی ہجرت سب نبیوں سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت سے ملتی جلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپؐ کو حضرت موسیٰ کی مانند مثیلِ موسیٰ قرار دیا ہے۔

حضرت موسیٰ نے فرعون کو پیغامِ حق دیا اُس کی نافرمانیوں پر اُسے بنی اسرائیل کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور اُس کے ظلموں سے اپنے پیاروں کو نجات دی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سالہ مکی زندگی میں کفار کے ہاتھوں جو ظلم سہے وہ اُن سے زیادہ تھے جو فرعون نے بنی اسرائیل پر ڈھائے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کی اور آپؐ کو مکہ جیسی پیاری بستی چھوڑنی پڑی فرعون نے جان سے مارنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیچھا کیا آپؐ کو بھی قتل کرنے کے لئے آپؐ کا تعاقب کیا گیا پھر جس طرح فرعون اور اُس کا لشکر دریائے نیل میں غرق کئے گئے ابوجہل اور اُس کے ساتھی بڑے بڑے کفارِ مکہ جنگِ بدر میں مارے گئے آپؐ نے ابوجہل کی لاش کو دیکھ کر فرمایا ”یہ شخص اس اُمت کا فرعون تھا“

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو جو فضیلت دی ہے اُس کا ایک ثبوت حضرت موسیٰؑ کی ہجرت اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت میں ایک جیسی باتوں کا مقابلہ کرنے سے ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ کا شدید مخالف فرعون سمندر کی تہ میں ڈوب گیا جبکہ پاک نبی حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے کوہِ سینا' طور سینین پر اپنا جلوہ دکھایا۔ اہل مکہ نے ظلم کئے اور پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا اور آپؐ کو مدینہ میں سربلندی عطا فرمائی گویا کہ مدینہ آنحضورؐ کیلئے کوہِ سینا تھا۔
(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 172 سے استفادہ)

اگر آپؐ ہجرت نہ کرتے تو اسلام کی اشاعت' حفاظت اور سربلندی کا جو فرض آپؐ کو سونپا گیا تھا وہ ادا نہ کر سکتے۔ سارے مکہ والے اسلام کے چراغ کو بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھے آپؐ وہاں رہ کر کیا کرتے۔ مکہ کی تیرہ سال کی محنت سے کتنے کافر مسلمان ہوئے؟ اور جو ہوئے بھی اُن میں سے چند حبشہ ہجرت کر گئے باقی ماندہ مظالم برداشت کرتے ہوئے کتنی تبلیغ کر لیتے مولا کریم نے اپنے پیارے محبوب نبیؐ کو بڑی حفاظت سے مدینہ پہنچا دیا۔ مدینہ آپؐ کے لئے ایک ایسا محفوظ مقام بن گیا جہاں سے آپؐ مدینہ میں' پورے عرب میں بلکہ ساری وسطی دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانے لگے۔ یہاں حضرت نوحؑ سے مماثلت دیکھئے۔

"جسطرح نوحؑ کو اپنے دشمنوں کی اذیت کے نتیجہ میں اپنا وطن چھوڑنا پڑا اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی مکہ والوں کی متواتر تکالیف اور ایذاء رسانیوں کے نتیجہ میں اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ جس طرح نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی تھی جہاں نوحؑ کو پناہ ملی اور خدا تعالیٰ نے اس پر اپنے انعامات کی بارش نازل کی اسی طرح مدینہ بھی وہ جودی تھا جہاں محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی کشتی لنگر انداز ہوئی اور جس طرح زیتون کی پتی کے ذریعے نوحؑ کو اس کی جماعت کی آئندہ ترقی اور اس کی ایمانی ترقی کی بشارت دی گئی اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کو مدینہ

میں اللہ تعالیٰ نے وہ انصار عطا فرمائے جو عروۃ الوثقیٰ کو مضبوطی سے پکڑنے والے تھے اور جنہوں نے اپنی ایمانی قوت کے ایسے شاندار مظاہرے کئے جن کو دیکھ کر انسان کا دل لذت اور سرور سے بھر جاتا ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 165)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ہجرت کی وجوہات کے متعلق ایک واقعہ درج فرمایا ہے۔

"دو بزرگ ابوالقاسم اور ابوسعید نام تھے اتفاق سے دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے ان کے ایک مرید نے کہا کہ میرے دل میں ایک سوال ہے اتفاق سے دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ سوال یہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ میں آئے تھے اس کی وجہ کیا تھی؟

ابو القاسم نے کہا کہ بات اصل میں یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کمالات مخفی تھے ان کا بروز اور ظہور وہاں ہوا۔ ابوسعید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے وہاں آئے تھے ..... کہ بعض لوگ مدینہ میں ناقص تھے اور معرفت کے پیاسے تھے ان کو کامل کرنے اور ان کے دلوں کی پیاس بجھانے آپؐ مکہ سے مدینہ تشریف لائے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 495)

جس طرح قبا میں مختصر قیام کے دوران آپؐ نے سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ اللہ کے گھر یعنی مسجد کی تعمیر کی تھی بالکل اسی طرح مدینہ میں بھی سب سے پہلے خانہ خدا کی تعمیر کا منصوبہ بنایا۔ اس مبارک کام کے لئے جگہ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے منتخب

فرمائی گھوم پھر کر علاقہ منتخب کیا نہ زمین دیکھی بلکہ جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اونٹنی القصویٰ بیٹھی تھی اُسی جگہ کو مسجد نبوی بنانے کے لئے پسند فرمالیا۔ یہ زمین دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جہاں وہ کھجوریں سکھاتے تھے۔ یہ بچے سہل اور سہیل اسعد بن زرارہ کی نگرانی میں پرورش پارہے تھے۔ آپؐ نے اُنہیں بُلا بھیجا اور اُن سے اُس جگہ کی قیمت دریافت فرمائی اُنہوں نے کہا ہم آپؐ سے قیمت نہیں لیں گے بلکہ بخوشی بطورِ تحفہ دیتے ہیں مگر آپؐ نے بغیر معاوضے کے زمین لینے سے انکار کر دیا اور اصرار کے ساتھ قیمت ادا فرمائی۔

یہ زمین کافی فراخ تھی اور اس پر کچھ کھنڈرات بھی تھے دراصل یہ شاہِ تبع کے بنوائے ہوئے محل کا حصہ تھی جو وہ رسولِ خداؐ کے نام کر گیا تھا۔ بہر حال آپؐ نے زمین ہموار کروائی اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہوئے مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس مسجد کی تعمیر میں سب بڑے بڑے مسلمانوں نے حصہ لیا۔ کوئی مزدور بن گیا کوئی معمار بن گیا جس کے حصے میں جو کام آیا عین خوشی خوشی کیا اور تعمیر میں حصہ ملنے کو اپنی خوش قسمتی سمجھا آنحضورؐ بھی سب کے ساتھ کام میں شامل رہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کے دو شعر اس موقع پر بلند آواز میں پڑھے جاتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی آواز اُن کی آواز میں ملا دیتے تو عجیب سماں بندھ جاتا۔

هذا الحمال لاحمالِ خيبر

هذا برّ ربُّنا واطهر

یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں ہے جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے بلکہ اے ہمارے مولیٰ! یہ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کیلئے اُٹھاتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْاَجرَ اَجرُ الْاٰخِرَہ

فَارحم الانصار والمھاجرہ

یعنی اے ہمارے اللہ! اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے پس تو اپنے فضل سے انصار ومہاجرین پر اپنی رحمت نازفرما۔

(بخاری ابواب الہجرت وزرقانی)

''آپؐ نے صحابہ کو بتایا ہے کہ تم خیبر کی کھجوریں اور سبزیاں اکثر اُٹھاتے ہو گے اور اس کے اُٹھانے میں تمہیں یہ خیال ہوتا ہو گا کہ ہم دنیا کا فائدہ اُٹھائیں گے اور مال کمائیں گے مگر یہ یادرکھو کہ خدا تعالیٰ کے لئے جو کام انسان کرتا ہے وہ گو بظاہر کیسا ہی ادنیٰ معلوم ہو۔ درحقیقت نہایت پاک اور عمدہ نتائج پیدا کرنے والا ہوتا ہے پس یہ خیال اپنے دلوں میں مت لانا کہ ہم اس وقت ادنیٰ کام کر رہے ہیں کہ مٹی اور اینٹیں ڈھو رہے ہیں بلکہ خوب سمجھ لو کہ یہ اینٹیں جو تم ڈھو رہے ہو ان کھجوروں اور میووں کے بوجھ سے جو خیبر سے آتا ہے کہیں بہتر ہیں اور اس میں تمہارے نفوس کی پاکیزگی کا سامان ہے ان میووں کے بوجھ کی ہستی ہی کیا کہ اس کے مقابلے میں اُسے رکھا جائے۔''

(سیرۃ النبیؐ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صفحہ 124)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں بتایا کہ اس کام میں کسی مزدوری یا نفع کا خیال مت رکھنا بلکہ یہ تو خدا کا کام ہے جس میں اگر کسی نفع کی اُمید ہے تو وہ اللہ ہی کی طرف سے ہو گا اور بجائے فوری نفع کے انجام کی بہتری ہو گی اور جس کا انجام اچھا ہو اس سے زیادہ کامیاب کون ہو سکتا ہے پس اُسی پر نظر رکھو اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کر دی کہ خدایا یہ لوگ اپنے کام چھوڑ کر

تیرے لئے مشقت اُٹھا رہے ہیں تو ان پر رحم فرما۔"

(سیرۃ النبیؐ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صفحہ 127)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر قربان ہونے والوں کا ایک گروہ موجود تھا جو آپؐ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار تھے مگر آپؐ کا یہ حال ہے کہ خود اپنے جسم مبارک پر اینٹیں لاد کر ڈھو رہے ہیں۔ یہ وہ کمال ہے جو ہر ایک بے تعصب انسان کو خود بخود آپؐ کی طرف کھینچ لیتا ہے اور چشم بصیرت رکھنے والا حیران رہ جاتا ہے کہ یہ پاک انسان کن کمالات کا تھا کہ ہر ایک بات میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہے خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے ایک گھر بن رہا ہے اور آپؐ اس کی اینٹیں ڈھونے کے ثواب میں شامل ہیں خود اپنے کندھوں پر اینٹیں رکھتے ہیں اور مسجد کی تعمیر کرنے والوں کو لا کر دیتے ہیں یہ وہ عمل تھا جس نے آپؐ کو ابراہیم علیہ السلام کا سچا وارث اور جانشین ثابت کر دیا تھا کیونکہ اگر حضرت ابراہیمؑ نے خود اینٹیں ڈھو کر کعبہ کی تعمیر کی تھی تو اس وارثِ علوم سماویہ نے مدینہ منورہ کی مسجد کی تعمیر میں اینٹیں ڈھونے میں اپنے احباب کی مدد کی۔ کہنے کو تو سب بزرگی اور تقویٰ کا دعویٰ کرنے کو تیار ہیں مگر یہ عمل ہی ہے جو پاکبازی اور زبانی جمع خرچ کرنے والوں میں تمیز کر دیتا ہے اور عمل ہی میں آ کر سب مدعیانِ تقویٰ کو آپؐ کے سامنے باادب سر جھکا کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔

اس حدیث سے اگر ایک طرف ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی قسم کے کام کرنے

سے خواہ وہ بظاہر کیسا ہی ادنیٰ کیوں نہ ہو کسی قسم کا عار نہ تھا آپؐ
اُس معبودِ حقیقی کی رضا کی تمام راہوں میں دوسروں سے آگے
قدم مارتے تھے تو دوسری طرف یہ امر بھی روشن ہو جاتا ہے کہ
آپؐ ماتحتوں سے کام لینے کے ہر فن میں بھی اپنی نظیر آپؐ ہی
تھے۔''

(سیرت النبیؐ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صفحہ 123)

جن دنوں مسجد نبوی بن رہی تھی دوسرے صحابہؓ تو ایک ایک اینٹ اُٹھاتے
تھے اور عمارؓ بن یاسر دو دو اُٹھا کر لاتے تھے آنحضرتؐ نے جب ان کی محنت کو ملاحظہ
فرمایا تو محبت سے ان کی مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا

افسوس اے عمار تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا تو
انہیں جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف
بلاتے ہوں گے۔

چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا حضرت عمارؓ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے
میں ان کی طرف سے باغیانہ خلافت سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

مسجد کی عمارت پتھروں کی سلوں اور اینٹوں کی تھی جو لکڑی کے کھمبوں کے
درمیان چن دی گئی تھیں اور چھت پر کھجور کے تنے اور شاخیں ڈالی گئی تھیں مسجد کے اندر
چھت کے سہارے کے لئے کھجور کے ستون تھے اور جب تک منبر کی تجویز نہیں ہوئی
انہی ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ٹیک لگا کر
کھڑے ہو جاتے تھے مسجد کا فرش کچا تھا اور چونکہ زیادہ بارش کے وقت چھت ٹپکنے لگ
جاتی تھی اس لئے ایسے اوقات میں فرش پر کیچڑ ہو جاتا تھا چنانچہ اس تکلیف کو دیکھ کر
بعد میں کنکریوں کا فرش بنوا دیا گیا۔

شروع شروع میں مسجد کا رُخ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا تھا لیکن بعد میں جب قبلہ کا رُخ تبدیل ہوا تو رُخ بدل دیا گیا مسجد کی بلندی اُس وقت دس فُٹ اور طول ایک سو پانچ فٹ اور عرض نوے فٹ کے قریب تھا۔

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 270)

اس مسجد کے تین دروازے بنائے گئے تھے ایک دروازہ مسجد کے پیچھے یعنی جنوب کی طرف تھا دوسرے دروازے کا نام باب عاتکہ اور باب الرحمت تھا تیسرا دروازہ باب عثمان اور باب جبریل کہلاتا تھا یہی وہ دروازہ تھا جس سے آپؐ مسجد اور حجرے میں آتے جاتے تھے۔

مسجد کے ساتھ ہی آنحضور ﷺ کی رہائش کے لئے حجرہ بنایا گیا تھا یہ ایک چھوٹا سا دس پندرہ فٹ کا حجرہ تھا جس کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلتا تھا اس حجرے کی چھت کھجوروں کے پتوں سے ڈالی گئی تھی اور صرف اس قدر اونچی تھی کہ کوئی کھڑا ہو کر ہاتھ اُٹھائے تو چھُو لے۔ بعد میں آپؐ کی بیگمات کے لئے اس کے برابر میں حجرے تیار ہوتے رہے ان حجروں میں دروازے کی جگہ صرف کمبل یا موٹے پردے ہوتے تھے لکڑی کے کواڑ نہ تھے۔ یہ مسجد اور پہلا حجرہ تیار ہونے میں سات ماہ کے قریب عرصہ لگا پھر آپؐ اپنی بیگم حضرت سودہؓ کے ساتھ اس میں منتقل ہو گئے۔

مسجد نبوی کے ایک کونے میں ایک چبوترا بنایا گیا جس پر کھجور کے پتوں کی چھت تھی یہ غریب مہاجرین کے لئے سر چھپانے کی جگہ تھی چبوترے کو عربی میں صفّہ کہتے ہیں اس پر رہنے والے اصحاب الصفہ کہلائے یہ خوش نصیب دن بھر عبادت کرتے قرآن شریف کی تلاوت کرتے اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات سنتے ان کی کمائی کا کوئی ذریعہ نہ تھا آنحضورؐ ان کا بہت خیال رکھتے کہیں سے کوئی تحفہ آتا تو ان کا حصہ بھجواتے بعض دفعہ گھر میں فاقہ ہو جاتا مگر ان کو کھانے کو کچھ بھجوا دیتے انصار کو بھی

اپنے بھائیوں کا بہت خیال رہتا کھجوروں کے خوشے لا لا کر مسجد میں لٹکا دیتے یہاں مدرسہ کا کام بھی ہوتا۔ تعلیم دی جاتی اور تعلیم لی جاتی یہ سلسلہ کئی سال چلتا رہا پھر ان لوگوں کے لئے کام ملنے لگا کچھ قومی بیت المال سے امداد ہو جاتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ، جن سے سب سے زیادہ حدیثیں روایت ہیں، بھی کچھ عرصہ یہاں رہے۔

"ایک یورپین مصنف مدینہ کی اس حالت کو دیکھ کر ایسا متاثر ہوا کہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے تم کچھ کہہ لو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کے ساتھیوں کو۔ لیکن میں تو جب یہ بات دیکھتا ہوں کہ مدینہ میں ایک چھوٹی سی مسجد میں جس پر کھجوروں کی ٹہنیوں کی چھت پڑی ہوئی ہے جب بارش ہوتی ہے تو اُس میں سے پانی ٹپک پڑتا ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو اُن لوگوں کے گھٹنے اور ماتھے کیچڑ سے لت پت ہو جاتے ہیں اُس مسجد میں ننگی زمین پر بیٹھے ہوئے ایسے آدمی جن کے نہ سروں پر ٹوپیاں ہیں نہ اُن کے تن پر پورا لباس ہے دنیا کو فتح کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں اور اس یقین اور وثوق کے ساتھ یہ باتیں کرتے ہیں کہ گویا دنیا کو فتح کرنا ان کے لئے معمولی بات ہے کیونکہ اُن کے نزدیک یہ خدا کا وعدہ ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔"

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 48)

مکہ کے مہاجرین کو مدینہ میں اپنا وطن بہت یاد آتا وہ بے قرار ہو جاتے ایک تو اپنی بستی، عزیز اقرباء، مکان جائیدادیں گلی محلے چھوڑے دوسرے مدینہ کی آب وہوا اُنہیں راس نہ آئی مدینے میں اُن دنوں ملیریا بخار پھیلا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان

فرماتی ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو ابوبکرؓ اور بلالؓ کو بخار ہوگیا میں اُن دونوں کے پاس گئی اور پوچھا ابا آپ کا کیا حال ہے اور پھر بلال سے پوچھا تمہارا کیا حال ہے ابوبکرؓ بخار کی حالت میں یہ شعر پڑھتے

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَدْنَىٰ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

ہر آدمی اپنے کنبے میں صبح اُٹھتا ہے۔ سلامتی کی دعائیں دی جاتی ہیں اور حالت یہ ہوتی ہے کہ موت اُس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

اور بلالؓ جب اُن کا بخار اُتر جاتا تو زور زور سے روتے اور کہتے:-

اے کاش مجھے پتہ ہو۔ آیا میں وادیٔ مکہ میں ایک رات پھر بھی گذاروں گا اور میرے آس پاس اذخر اور جلیل گھاس ہوگی آیا میں کسی دن جحنہ کے پانیوں تک پہنچوں گا اور کیا شامہ اور طفیل پہاڑ مجھے دکھائی دیں گے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں رسول اللہؐ کے پاس آئی اور ابوبکرؓ و بلالؓ کا حال آپ سے بیان کیا آپؐ نے دعا کی۔

"اے اللہ مدینہ بھی ہمیں ایسا ہی پیارا بنا جیسا کہ مکہ سے ہمیں محبت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اور اس کو صحت بخش بنا اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مدّ (ناپنے کے پیمانے) میں برکت دے اور اس کے بخار کو یہاں سے لے جا کر جحفہ

میں ڈال دے۔"

(بخاری باب 15 حدیث 3658)

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سنی اور وبا ٹل گئی۔

مدینہ میں مسلمانوں نے زیادہ تر مسجد نبوی کے ارد گرد جگہ لے کر گھر بنا لئے مگر جن کو قریب جگہ نہ ملی اُنہیں جہاں جگہ میسر آئی مکان بنا لئے۔ نماز کا وقت ہوتا تو اندازے سے مسجد نبوی میں جمع ہو کر آنحضورؐ کی امامت میں نماز ادا کرتے۔ مگر مکان دور ہونے کی وجہ سے ایک مقررہ وقت پر جمع ہونا مشکل تھا۔ اس بات کے لئے مشورہ ہونے لگا کہ کس طرح سب مسلمان ایک وقت میں نماز کے لئے جمع ہو جائیں کسی صحابی نے مشورہ دیا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بجایا جائے کسی نے یہودیوں کی طرح بگل بجانے کا مشورہ دیا کہ کوئی آدمی مقرر کر دیا جائے جو اونچی آواز سے اعلان کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ یہی رائے آنحضورؐ کو پسند آئی۔ حضرت بلالؓ کی آواز بلند تھی آپؐ نے حضرت بلالؓ کو ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت بلند آواز میں 'الصلوۃ جامعۃ' پکارا کریں تا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ مسلمانوں کو اس آواز پر مسجد میں جمع ہونے کی عادت ہو گئی اگر کسی اور کام کے لئے مسلمانوں کو جمع کرنے کی ضرورت ہوتی تو یہی آواز دی جاتی۔ کچھ عرصہ یہی طریق جاری رہا ایک دن ایک صحابی عبداللہ بن زید انصاریؓ کو خواب میں آذان کے الفاظ سکھائے گئے۔ وہ آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو آذان کے طریق پر یہ الفاظ پکارتے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ خواب خدا کی طرف سے ہے اور عبداللہؓ کو ارشاد فرمایا کہ یہی الفاظ بلالؓ کو سکھا دیں۔ عجیب اتفاق یہ کہ جب بلالؓ نے ان الفاظ میں پہلی آذان دی تو حضرت عمرؓ اُسے سن کر جلدی جلدی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا

یارسول اللہؐ! آج جن الفاظ میں بلالؓ نے آذان دی ہے بعینہٖ یہی الفاظ میں نے بھی خواب میں دیکھے ہیں (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ) ایک اور روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آذان کے الفاظ سنے تو فرمایا کہ اسی کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔

(زرقانی بروایت ابوداؤد' عبدالرزق جلد 1 صفحہ 378)

چنانچہ اس ایمان افروز طریق پر آذان کے بامعنی الفاظ پُرجلال لحن میں مسلمانوں کی عبادت کا حصہ بن گئے۔

اَللّٰہُ اکبر اَللّٰہُ اکبر
اَللّٰہُ اکبر اَللّٰہُ اکبر
اَشھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اَشھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْل اللّٰہ
اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْل اللّٰہ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ
حَیَّ عَلَی الفلاح
حَیَّ عَلَی الفلاح
اَللّٰہُ اکبر اَللّٰہُ اکبر
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

مدینہ میں اسلام تیزی سے پھیلا اس کی سب سے بڑی وجہ آنحضورؐ کی عاجزانہ دعائیں تھیں جو وہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر لوگوں کی اصلاح کے لئے کرتے تھے۔ پھر آپؐ کی قوتِ قدسیہ تھی یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے آپؐ کے اندر ایسی پاکیزہ کشش پیدا ہوگئی تھی جو اچھے دلوں کو آپؐ کی طرف کھینچتی رہتی تھی اور جو ایک دفعہ آپؐ سے ملتا آپؐ کا ہو جاتا۔ پھر یہ بھی تھا کہ آپؐ کے متعلق سب کو علم تھا کہ بالکل اُمّی یعنی اَن پڑھ ہیں مگر آپؐ اللہ تعالیٰ سے علم پا کر بڑی بڑی حقیقتیں بیان فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے غیب کے علم سے ایسی پیشگوئیاں فرماتے جو بالکل اُسی طرح پوری ہو جاتیں آپؐ کی گفتگو میں اتنی کشش تھی کہ لوگ آپؐ کے گرویدہ ہو جاتے اور انداز ایسا تھا جو عام انسانوں کا نہیں ہوتا۔ انداز میں الہام الٰہی کی طرز کو ایسے علماء پہچان لیتے جو الٰہی نوشتوں کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے اُنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ ایک عظیم نبی آنے والا جب ہو بہو نشانیاں پوری ہوتے دیکھتے تو ایمان لے آتے۔ قرآنِ کریم میں سورہ المائدہ آیات 83 تا 85 کا ترجمہ پڑھئے۔

''سب فرقوں میں سے مسلمانوں کی طرف زیادہ رغبت کرنے والے عیسائی ہیں کیونکہ ان میں بعض اہلِ علم اور راہب بھی ہیں جو تکبر نہیں کرتے اور جب خدا کے کلام کو جو اُس کے رسول پر نازل ہوا ہے سنتے ہیں تب تُو دیکھتا ہے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ حقانیتِ کلامِ الٰہی کو پہچان جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدایا ہم ایمان لائے ہم کو اُن لوگوں میں لکھ لے جو تیرے دین کی سچائی کے گواہ ہیں اور کیوں ہم خدا اور خدا کے سچے کلام پر ایمان نہ لاویں حالانکہ ہماری آرزو ہے کہ خدا ہم کو اُن بندوں میں سے داخل

کرے جو نیکوکار ہیں۔"

(براہین احمدیہ صفحہ 577)

اسی طرح قرآنِ پاک سورہ بنی اسرائیل آیات 108 تا 110 کا ترجمہ ہے۔

"جو لوگ عیسائیوں اور یہودیوں میں سے صاحبِ علم ہیں جب اُن پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ کرتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خدا تخلف وعدہ سے پاک ہے ایک دن ہمارے خداوند کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا اور روتے ہوئے مونہہ (منہ) پر گر پڑتے ہیں اور خدا کا کلام اُن میں فروتنی اور عاجزی کو بڑھاتا ہے"

(براہین احمدیہ صفحہ 578)

مدینہ میں وہاں کے سیاسی حالات کی ابتری نے بھی اسلام کی طرف رُخ پھیرنے میں مدد دی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے

"بعاث کی جنگ تھی جسے اللہ عزوجل نے اپنے رسول اللہؐ کے لئے خاص طور پر پیش خیمہ بنایا تھا رسول اللہؐ مدینہ تشریف لائے اور حالت یہ تھی کہ مدینہ والوں کی جمعیت بکھر چکی تھی اور ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔"

(بخاری باب 15 حدیث 3652)

آپؐ کے اصحاب کے نیک نمونہ کا بھی اسلام پھیلانے میں بہت دخل تھا آپؐ نے ہجرت سے پہلے حضرت ابوذر غفاریؓ کو معلم بنا کر مدینہ بھیجا تھا انہوں نے جا کر اسلام کی صدا بلند کی تو نصف لوگ تو اُسی وقت مسلمان ہو گئے نصف نے کہا ہم

حضورؐ کی ہجرت کے بعد اسلام لائیں گے چنانچہ آپؐ مدینہ آئے تو وہ لوگ بھی اسلام لے آئے ان کو دیکھ کر قبیلہ اسلم نے بھی اسلام کے آگے سر جھکا دیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب ابی ذر جلد 7 صفحہ 54)

ایک یہودی عالم کے قبولِ اسلام کا واقعہ پڑھیے

ایک دن آپؐ کی خدمت میں ایک یہودی حصین بن سلام حاضر ہوئے اور تین باتیں دریافت کیں اور کہا کہ اگر آپؐ ان باتوں کا ٹھیک جواب دیں گے تو میں آپؐ پر ایمان لے آؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا پوچھ لو

حصین بن سلام نے تین سوال کئے آپؐ نے جواب دئے جو اُس کے خیال میں درست تھے جواب سُن کر انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہودی بات بنانے کے فن میں ماہر ہیں اگر وہ سنیں گے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو کہیں گے کہ وہ تو تھا ہی بُرا آدمی مسلمان ہو گیا تو کیا ہوا۔ اس لئے میں اندر چھپ جاتا ہوں آپؐ اُن کو بُلا کر میرے متعلق اُن کی رائے پوچھیں چنانچہ یہودی بُلائے گئے آپؐ نے اُن سے پوچھا حصین بن سلام کیسے شخص ہیں؟

یہودیوں نے کہا اُن کا باپ بھی بڑا عالم تھا اور وہ بھی بڑے عالم ہیں اور ہم سب سے زیادہ نیک اور بزرگ ہیں۔

آپؐ نے پوچھا اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو کیا تم بھی اسلام لے آؤ گے؟

یہودیوں نے کہا خدا اُنہیں بچائے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ حصین سب کچھ سُن رہے تھے خاموش نہ رہ سکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے باہر آ گئے اور یہودیوں کو مخاطب ہو کر کہا

"اے میری قوم کے لوگو! خدا کا تقویٰ اختیار کرو اور
اس عذاب کو اپنے او پر مت لو تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ کا ذکر
تمہاری کتابوں میں موجود ہے اور وہ وہی نبی ہیں جن کا تمہیں
وعدہ دیا گیا تھا پس خدا سے ڈرو اور انکار کی طرف قدم نہ بڑھاؤ"

یہودی یہ خطاب سُن کر مبہوت رہ گئے مگر پھر اُس شخص کو جسے کچھ دیر پہلے وہ دین کا عالم اور اپنا سردار مان رہے تھے گالیاں دیتے ہوئے ادھر اُدھر چلے گئے۔

آنحضرت ﷺ نے ان کا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھ دیا تاریخ اسلام میں عبداللہ بن سلام کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ یہودیوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

عبداللہ بن سلام یہود کے اکابر علماء میں سے تھے پرانی روحانی کتابوں کی ان پیشگوئیوں سے اچھی طرح واقف تھے جو آخری زمانے میں آنے والے نبی کے متعلق بنی اسرائیل کے انبیاء نے کی ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولِ حق کی سعادت عطا فرمائی جبکہ دوسرے یہودیوں کی راہ میں رکاوٹ کی وجہ احادیث میں 'جماعت کا خوف' بیان ہوئی ہے۔

"یہودیوں میں آپؐ کی آمد کا چرچا تھا مگر دلوں کے زنگ سچائی قبول کرنے میں روک بنے رہے چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے کہ دو یہودی عالم رسول کریم ﷺ سے ملے واپس جاتے ہوئے انہوں نے کہا یہ نبی وہی ہے جس کا ذکر ہماری کتابوں میں آتا ہے لیکن ہم مانیں گے نہیں کیونکہ ہماری جماعت کے لوگ ہمیں قتل کر دیں گے یہی ذہنیت ہے جو اکثر لوگوں کو سچائی سے محروم کر دیتی ہے۔"

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 239)

اب ہم ایران سے تعلق رکھنے والے پہلے خوش نصیب شخص کا ذکر کرتے ہیں جن کو اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تھے ان ک والد زرتشتی تھے۔ یعنی آگ کی پوجا کرتے تھے اُن کے گھر ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی آگ میں ایندھن جھونکنے کا کام اُن کے بیٹے سلمان کے ذمہ تھا۔ سلمان کی فطرت میں نیکی تھی اُنہیں اس بات پر تسلی نہیں ہوتی تھی کہ آگ خدا ہو سکتی ہے ایک دفعہ وہ عیسائیوں کے گرجے کے پاس سے گذرے اُن کا عبادت کا طریق بہتر لگا راہب سے ملے اور کہا کہ مجھے عیسائیت کی تعلیمات کے متعلق بتائیے۔ راہب نے کہا کہ اگر ہمارا دین سیکھنا ہے تو شام چلے جاؤ وہاں ایک راہب ہے جو مجھ سے بہتر دین سکھا سکتا ہے چنانچہ آپ نے شام کی طرف سفر شروع کر دیا جب روم کے شہر عموریہ پہنچے اور راہب سے ملے تو اُس نے بتایا کہ اب دین سکھانے والا نبی پیدا ہو گیا ہے۔ جس نبی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ عرب میں پیدا ہو گا اور حضرت ابراہیم کے دین پر ہو گا وہ نبی تحفہ قبول کرے گا مگر صدقہ قبول نہیں کرے گا اور نشانی یہ ہو گی کہ کندھے پر ختم نبوت کا نشان ہو گا سلمان اُس نبی کی تلاش میں چل پڑے۔ ایک عرب تاجر نے اُنہیں خرید کر غلام بنا لیا۔ اُن دنوں غلاموں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ آپ نے بڑے ظلم برداشت کئے قریباً دس دفعہ تو ایک کے بعد دوسرے نے خرید کر آپ کو غلامی میں رکھا اور سختیاں کیں اسی خرید و فروخت کے چکر میں آپ **بنو قریظہ** کے ایک یہودی کے ہاتھ لگے جو آپ کو مدینہ لے آیا یہ وہ دن تھے جب آپؐ ہجرت کے بعد قبا میں مقیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سچے دین کی تلاش میں دکھ اُٹھانے والے سلمان فارسی کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی نعمت بخشی جو نشانیاں عیسائی راہب نے بتائی تھیں وہ آپؐ میں موجود تھیں۔ اب سلمان نے خود کو بیچ دیا یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے۔ وہ منزل پا لی جس کی تلاش میں اپنے باپ کا گھر چھوڑ کر در در کی ٹھوکریں کھائی تھیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بہت پیار تھا ایک دفعہ فرمایا

"سلمان تو میرے اہلِ بیت میں سے ہے"

سورہ جمعہ نازل ہوئی تو اُس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ آئندہ زمانے میں ایک جماعت پیدا ہوگی جو صحابہؓ کے طریق پر چلے گی۔

صحابہؓ نے پوچھا

یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہوں گے؟

آپؐ نے سلمان فارسی پر ہاتھ رکھا اور فرمایا

اگر اسلام ثریا تک بھی اُٹھ جائے گا تو ان فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک شخص اسے دنیا میں پھر قائم کر دے گا۔

> "اسلام نے شدید قومی تعصّبات کے زمانہ میں جب مدینہ جیسے معمولی قصبہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج آپس میں لڑ رہے تھے مکہ سے اوس و خزرج کو کھینچا یمن جو عرب میں سیاسی برتری کا مدعی تھا اُسے اپنے تابع کیا یہود سے عبداللہ بن سلام اور ایران سے سلمان فارسی دوڑے ہوئے آئے مگر یہ صرف اپنی قوموں کے نمائندے تھے بعد میں قومیں آئیں اور پروانوں کی طرح آئیں کیونکہ اسلام ایک تالاب کا پانی نہ تھا وہ بارش تھی جو ٹیلے پر برستی ہے اور وہیں جمع نہیں ہو جاتی بلکہ دور دور پھیل جاتی ہے۔"

(تفسیر کبیر جلد ہشتم صفحہ 97)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہاں کی آبادی میں چار قسم کے لوگ جمع ہو گئے۔

1۔ <u>مسلمان</u> : جن میں مہاجرین مکہ اور انصارِ مدینہ شامل تھے۔

2۔ <u>منافقین</u> : یعنی اوس و خزرج کے وہ لوگ جو بظاہر مسلمان ہو گئے مگر دل سے

کافر تھے یا کمزور مسلمان تھے۔

3۔ بُت پرست : یہ اوس وخزرج کے لوگ تھے جو مسلمان ہوئے تھے نہ یہودی بلکہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

4۔ یہود : جو قبائل **بنو قینقاع**، بنو نضیر اور **بنو قریظہ** میں منقسم تھے۔

یہودی قبائل مدینہ کے چاروں طرف آباد تھے منافقین اور بت پرست مل جل کر رہتے تھے مگر اسلام کی تبلیغ کے لئے جس امن کی ضرورت تھی وہ میسر نہیں تھا خاص طور پر مکہ والوں کی طرف سے ہر وقت خطرہ بھی رہتا آپؐ نے کمال حکمت و دانائی سے ان مختلف مذاہب اور خیال کے بکھرے بکھرے لوگوں کو چند ایسے نکات پر متحد کرلیا جن میں اُن کی بہتری تھی مدینہ میں نیا نظام قائم فرمادیا جس کی بنیاد عدل اور انصاف تھا رنگ نسل خاندان قبیلے دولت وغیرہ کو نہیں دیکھا بلکہ انسانیت کی بنیاد پر ایک دوسرے سے مل جل کر رہنے کے آداب پر سمجھوتہ کروایا۔ اس طرح معاشرتی تہذیبی تمدنی اصلاح نے اُنہیں اخلاقی اور دینی اصلاح کے قابل بنادیا گویا اسلام کا بیج بونے کے لئے زمین تیار ہوگئی اور عادلانہ نظام قائم کرنے والے بادشاہ کی طرف امید بھری نظریں اُٹھنے لگیں آپؐ نے باقاعدہ تحریر کئے ہوئے معاہدے پر سب کو جمع کیا۔

معاہدہ

یہ دستاویز ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو نبی ہیں قریش اور اہلِ یثرب میں سے ایمانداروں اور اطاعت گذاروں نیز ان لوگوں کے درمیان جو اُن کے تابع اُن کے ساتھ شامل ہوجائیں اور اُن کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیں۔

کچھ اہم شرائط درج ذیل ہیں۔

1۔ مسلمان اور یہودی آپس میں ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ رہیں گے اور

ایک دوسرے کے خلاف زیادتی یا ظلم سے کام نہیں لیں گے۔

2۔ ہر قوم کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

3۔ تمام باشندگان کی جانیں اور اموال محفوظ ہوں گے اور ان کا احترام کیا جائے گا سوائے اس کے کہ کوئی شخص ظلم یا جرم کا مرتکب ہو۔

4۔ ہر قسم کے اختلافات اور تنازعات رسول اللہؐ کے سامنے فیصلہ کے لئے پیش ہوں گے اور ہر فیصلہ خدائی حکم (یعنی ہر قوم کی اپنی شریعت) کے مطابق کیا جائے گا۔

5۔ کوئی فریق بغیر اجازت رسول اللہؐ جنگ کے لئے نہیں نکلے گا۔

6۔ اگر یہودیوں یا مسلمانوں کے خلاف کوئی قوم جنگ کرے گی تو وہ ایک دوسرے کی امداد میں کھڑے ہوں گے۔

7۔ اسی طرح اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

8۔ قریش مکہ اور ان کے معاونین کو یہود کی طرف سے کسی قسم کی امداد یا پناہ نہیں دی جائے گی۔

9۔ ہر قوم اپنے اخراجات خود برداشت کرے گی۔

۱۰۔ اس معاہدہ کی رُو سے کوئی ظالم یا آثم یا مفسد اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اسے سزا دی جائے یا اس سے انتقام لیا جاوے۔

(سیرۃ خاتم النبیینؐ صفحہ 279 بحوالہ سیرۃ ابن ہشام جلد 1 صفحہ 178-179)

حضرت اقدس مسیح موعود .... نے اس عادلانہ نظام کا خوبصورت انداز میں ذکر فرمایا ہے۔

"دنیا کے نظام کے واسطے خدا تعالیٰ نے دو حکومتیں بنائی ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو یہ دونوں حکومتیں عطا کی گئی تھیں پس شریروں' بدمعاشوں'
لٹیروں' راہزنوں کو ان کی شرارتوں کی سزا دینی ملک میں امن قائم
کرنے کے واسطے ضروری تھی۔ مدینہ کے لوگوں نے آپؐ کو اس
وقت اپنا ظاہری بادشاہ بھی مان لیا تھا۔ اکثر مقدمات کے فیصلے
آپؐ ہی سے کراتے تھے۔ چنانچہ ایک مقدمہ ایک مسلمان اور
ایک یہودی کے درمیان تھا آپؐ نے یہودی کو اس میں ڈگری دی تھی بعض وقت
آپؐ نے کفار کے جرائم اُن کو معاف بھی کئے اور بعض رسومِ بد کو
آپؐ نے مقابلہ میں بھی ترک کر دیا ہے چنانچہ کفارِ مکہ لڑائی میں
مسلمان مُردوں کی بے حرمتی کرتے تھے۔ ناک کان کاٹ لئے
جاتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسمِ بد کو ترک کر دینے کا
حکم دیا تھا۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 470)

مدینے میں مسلمانوں کے اندر یکجہتی اور معاشی ہمواری پیدا کرنے کے لئے
آپؐ نے مہاجرینِ مکہ اور انصارِ مدینہ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ قدرتی طور پر ان
دو گروہوں میں بہت فرق تھا ایک وہ جو اپنا گھر بار چلتے کاروبار سب چھوڑ آئے تھے اور
ایک وہ جو ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک اپنے گھروں اور کاروباروں میں مصروف تھے۔ دنیا
میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا اور نہ دنیا والوں نے ایسے مسئلے کا اتنا خوبصورت حل کبھی دیکھا
تھا یہ تو ہمارے آقا و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی خاص سمجھ بوجھ تھی
جو رنگ لائی۔ آپؐ نے دعاؤں کے ساتھ ایک منصوبہ بنایا حضرت انس بن مالکؓ کے
گھر سب مہاجرین و انصار کو جمع کیا آپس میں اتحاد سے رہنے کی تلقین فرمائی اور عجیب
فہم و فراست سے مردم شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم مزاج لوگوں کو جمع کیا دو دو

کے جوڑے اس طرح بنائے کہ گویا وہ مزاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے اہل تھے کہ اکٹھے کئے جائیں۔ اُس دن قریباً نوے احباب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ ان نئے بننے والے بھائیوں نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کو خوب سمجھا اور اتنے خلوص سے ایک دوسرے سے محبت کی جس کی مثال نہیں ملتی دونوں طرف خوشی تھی جوش تھا جیسے ایک دوسرے کو آرام وسکون پہنچانے کا مقابلہ شروع ہو گیا ہو۔

انصار نے آپؐ سے عرض کیا ہمارے باغات ہیں انہیں آدھے کر کے ہم میں اور مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیں۔ مہاجرین تجارت پیشہ تھے جبکہ انصار کھیتی باڑی کرتے تھے مہاجرین کے لئے کام نیا تھا انصار نے کہا ٹھیک ہے کام ہم خود کریں گے اور جو آمد ہو گی وہ آدھی آدھی کر لیں گے مہاجرین نے اپنی آمد سے تجارتیں شروع کیں اور آہستہ آہستہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے لگے۔

سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نئے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بنو حارثہ کے محلے میں اپنے گھر لے گئے۔ کھانا کھلایا اور بڑے پیار سے کہا کہ میں اپنا مکان باغ اور مال واسباب سب کچھ آدھا آدھا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں ان کو دیکھ لیں جو آپ کو پسند آئے میں اُسے طلاق دے دوں گا آپ عدت کے بعد اُس سے نکاح کر لینا۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 86)

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری جان میں، تمہارے گھر والوں میں اور تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے۔ مجھے صرف بازار کا رستہ بتا دیجئے۔ اُن کو دعائیں دے کر بازار چلے گئے اور تجارت شروع کی جس میں بہت برکت پڑی اور آپ کا شمار بڑے تاجروں میں ہونے لگا اور آپ نے مدینہ کی ایک انصاری لڑکی سے شادی کر لی۔ ان کی شادی کے واقعہ میں یہ سبق آموز پہلو بھی ہے کہ آنحضورؐ نے آپ

کے لباس پر زعفران کا رنگ دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے حضرت عبدالرحمٰن ؓ نے بتایا کہ اُنہوں نے شادی کی ہے۔

آپؐ نے پوچھا

مہر کیا دیا ہے؟

عبدالرحمٰن ؓ نے کہا

یارسول اللہؐ کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے

آپؐ نے فرمایا

اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ

اب ولیمہ کی دعوت کرو خواہ صرف ایک بکری کے گوشت کی کیوں نہ ہو۔

(بخاری باب فضائل اصحاب النبی)

سبق آموز پہلو یہ ہے کہ مدینے میں تھوڑے سے مسلمان تھے ایک دوسرے کے بے حد قریب بھی تھے مگر شادی اتنی سادگی سے ہوئی ہو گی کہ رسول اللہ تک کو خبر نہ ہوئی۔ نہ یہ کہ آپؐ کو شادی میں بلایا جاتا اور اتنا دھوم دھڑکا ہوتا کہ سب کو کوفت ہوتی۔

انصار کی غیر معمولی محبت اور سلوک کو دیکھ کر مہاجر بے حد متاثر ہوئے اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

یارسول اللہؐ! انصار کی اس نیکی کو دیکھ کر ہمیں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں خدا سے سارا اجر وہی نہ لے جائیں۔

آپؐ نے فرمایا

نہیں نہیں ایسا نہیں ہو گا جب تک تم اُن کی نیکی کے شکر گذار اور خدا کے حضور اُن کے لئے دستِ بدعا رہو گے تم اجر سے محروم نہیں ہو سکتے۔ (ابوداؤد)

مؤاخاۃ کے اس سلسلے میں جو مشہور جوڑے بنے اُن میں سے چند نام درج ذیل ہیں۔

...... حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت خارجہؓ بن زُہیر (زید)

...... حضرت عمرؓ بن خطابؓ اور حضرت عتبانؓ بن مالک

...... حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت اوسؓ بن ثابت

...... حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اور سعدؓ بن معاذ اشہلی

...... حضرت زبیرؓ ابن عوام اور حضرت سلامہؓ بن دُفش اشہلی

...... حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت ایوب انصاریؓ

...... حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ

...... حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابودرداءؓ

...... حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت ابورویحہؓ

...... حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ربیعؓ

مؤاخات کا یہ سلسلہ کئی لحاظ سے مفید اور بابرکت رہا۔

اوّل: جو پریشانی اور بے اطمینانی مہاجرین کے دلوں میں اس بے وطنی اور بے سروسامانی کی حالت میں پیدا ہوسکتی تھی وہ اس سے بڑی حد تک محفوظ ہو گئے۔

دوم: رشتہ داروں اور عزیزوں سے علیحدگی کے نتیجہ میں جس تکلیف کے پیدا ہونے کا احتمال تھا وہ ان نئے روحانی رشتہ داروں کے مل جانے سے جو جسمانی رشتہ داروں کی نسبت بھی زیادہ محبت کرنے والے اور زیادہ وفادار تھے پیدا نہ ہوئی۔

سوم: انصار و مہاجرین کے درمیان جو محبت و اتحاد مذہبی اور سیاسی اور تمدنی لحاظ سے ان ایام میں ضروری تھا وہ مضبوط ہو گیا۔

چہارم: بعض غریب اور بیکار مہاجرین کے لئے ایک سہارا اور ذریعہ معاش

پیدا ہو گیا۔

(سیرۃ خاتم النبیینﷺ صفحہ 277)

حضرت رسولِ خدا ﷺ کے ہر فیصلہ میں حکمت کے ہزاروں پہلو ہوتے۔ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے بظاہر چھوٹا ہے مگر اس میں خاندان کی عظمت قائم رکھنے کا نفسیاتی سبق بھی شامل ہے۔

ہجرت کے ابتدائی دنوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کوئی خدمت میرے سپرد کردیں تا کہ روزی کا سامان بنے آپؐ نے حضرت حمزہؓ سے فرمایا

''آپ کو اپنی عزت نفس کو قائم اور زندہ رکھنا زیادہ پسند ہے یا اسے ختم کرنا؟

حضرت حمزہؓ نے عرض کیا

میں تو اُسے زندہ رکھنا ہی پسند کرتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا

''پھر اپنی عزت نفس کی حفاظت کرو''

یعنی محنت وغیرہ کا کام کریں آپؐ کو یہ پسند نہیں تھا کہ آپؐ کے عزیز دوسرے مسلمانوں پر بوجھ بنیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 175)

قرآنِ کریم کی سورہ توبہ میں مہاجرین و انصار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذکر ہے اور مخالفین و منافقین سے ہوشیار بھی کیا گیا ہے۔ آیات 99 تا 101 کا ترجمہ ہے۔

''اور (ان) بادیہ نشینوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ اور یومِ آخر پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اُسے اللہ کی قربتوں کا ذریعہ اور رسول کی دعائیں لینے کا ایک سبب سمجھتے ہیں۔ سنو کہ یقیناً یہ ان کے حصولِ قرب کا

ذریعہ ہی ہے۔ اللہ ضرور اُنہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت لے جانے والے اوّلین اور وہ لوگ جنہوں نے حُسنِ عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

اور تمہارے اردگرد کے بادیہ نشینوں میں سے منافقین بھی ہیں اور اسی طرح مدینہ میں بسنے والوں میں سے بھی۔ وہ نفاق پر جم چکے ہیں تُو اُنہیں نہیں جانتا مگر ہم جانتے ہیں ہم اُنہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔"

قرآنِ پاک نے مکہ کے منافقین کے نقصان دہ ارادوں سے آگاہ کیا دراصل حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ میں حکمت کے ہزاروں پہلو ہوتے۔ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے بظاہر چھوٹا ہے مگر اس میں خاندان کی عظمت قائم رکھنے کا نفسیاتی سبق بھی ہے۔

ہجرت کے ابتدائی دنوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کوئی خدمت میرے سپرد کر دیں تاکہ روزی کا سامان بنے آپؐ نے حمزہؓ سے فرمایا

"آپ کو اپنی عزت نفس کو قائم اور زندہ رکھنا زیادہ پسند ہے یا اسے ختم کرنا"

حضرت حمزہؓ نے عرض کیا میں تو اسے زندہ رکھنا ہی پسند کرتا ہوں

آپؐ نے فرمایا

"پھر اپنی عزت نفس کی حفاظت کرو"

یعنی محنت وغیرہ کا کام کریں آپؐ کو یہ پسند نہیں تھا کہ آپؐ کے عزیز دوسرے مسلمانوں پر بوجھ بنیں۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 175)

مکّہ والے حسد کی آگ میں جل رہے تھے۔ اور سر جوڑ کے بیٹھے رہتے تھے کہ کس طرح آنحضور ﷺ سے بدلہ لیں۔ اُنہیں مدینہ میں اپنے مطلب کا ایک آدمی نظر آیا یہ خزرج کا رئیس عبداللہ بن ابی سلول تھا۔ جو اسلامی نظام قائم ہونے کی وجہ سے اپنی سرداری کا موقع کھو کر اندر ہی اندر جل رہا تھا۔ اُس نے اسلام سے بظاہر تعلق جوڑا ہوا تھا مگر اندر سے بالکل آگ تھا مشرکین مکّہ نے اُس کی اس حالت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اُسے خط لکھا۔

"تم لوگوں نے ہمارے آدمی محمد ﷺ کو پناہ دی ہے اور ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یا تو تم اُس کا ساتھ چھوڑ کر اس کے خلاف جنگ کرو یا کم از کم اسے اپنے شہر سے نکال دو ورنہ ہم اپنا سارا لاؤ لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہو جائیں گے اور تمہارے سارے مردوں کو تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنے لئے جائز کر لیں گے۔"

(ابو داؤد کتاب الخراج باب فی خبر النضیر)

عبداللہ اور اُس کے ساتھیوں کو شہ ملی تو آپؐ سے جنگ پر آمادہ ہو گئے مگر آپؐ جنگ بعاث اور اُس کی خون ریزی کا حوالہ دے کر اُسے جنگ سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

کافر پے در پے زخم کھائے ہوئے تھے مسلمان ہمیشہ اُن کے ہاتھ سے نکل جاتے جس سے وہ مزید طیش میں آ کر پہلے سے زیادہ خطرناک منصوبے بناتے۔ اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے جو ہجرت کے کچھ عرصہ بعد ہوا۔ قبیلہ اوس کے رئیس

اعظم سعد بن معاذ مسلمان ہو کر عمرہ کی غرض سے مکہؓ گئے جہاں کعبے کے پاس ابو جہل نے اُنہیں دیکھ لیا اور سخت برا بھلا کہا اور دھمکی دی کہ اگر محمدؐ کی طرفداری سے باز نہ آئے تو کعبہ کا طواف نہ کر سکو گے۔ اگر آج تمہارے ساتھ ابو صفوان نہ ہوتا تو بچ کر نہ جاتے۔ (بخاری کتاب المغازی)

کفارِ مکہؓ کا مسلمانوں کے خلاف غم وغصہ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے اسی زمانہ کی بات ہے ولید بن مغیرہ (خالد بن ولید کے والد) جو مکہؓ کا ایک با اثر معزز رئیس تھا بیمار ہو گیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ موت قریب ہے تو بے اختیار ہو کر رونے لگا اس وقت مکہ کے بڑے بڑے رئیس اس کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے حیران ہو کر اس کے رونے کا سبب پوچھا تو ولید نے کہا

کیا تم سمجھتے ہو کہ میں موت کے ڈر سے روتا ہوں
واللہ ایسا ہر گز نہیں مجھے تو یہ غم ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد کا دین
پھیل جائے اور مکہؓ بھی اس کے قبضہ میں چلا جائے۔

ابوسفیان بن حرب نے جواب دیا کہ

اس بات کا غم نہ کرو جب تک ہم زندہ ہیں ایسا نہیں ہو گا ہم اس بات کے ضامن ہوتے ہیں۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 398)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندازہ تھا کہ اہلِ مکہؓ خار کھائے بیٹھے ہیں ہر وقت چوکس اور چوکنّا رہتے۔ مسلمان خدا تعالیٰ پر مکمل بھروسہ اور توکل رکھتے تھے مگر ہر لمحہ پھیلنے والی خبریں اُنہیں قدرتی طور پر پریشان اور خوفزدہ رکھتیں اور وہ راتوں کو جاگتے رہتے۔ سب سے زیادہ ذمہؓ داری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی اس لئے کہ آپؐ کو اپنے علاوہ سب مسلمانوں کا بھی فکر تھا۔ آپؐ راتوں کو عموماً جاگتے رہتے۔ ایک رات آپؐ بہت دیر تک جاگتے رہے اور پھر فرمایا کہ "اگر اس وقت ہمارے دوستوں میں سے کوئی

مناسب آدمی پہرہ دیتا تو میں ذرا سو لیتا۔"

(صحیح بخاری جلد دوم صفحہ 88 حدیث 148 باب 114)

اتنے میں ہتھیاروں کی چھنکار سنائی دی۔

آپؐ نے پوچھا

کون ہے؟

آواز آئی

"یارسول اللہ میں سعد بن وقاص ہوں میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ پہرہ دوں۔"

آپؐ کو اطمینان ہوا تو آپؐ تھوڑی دیر کے لئے سو گئے۔ ایک اور رات کی بات ہے مدینہ میں کچھ شور سا سنائی دیا لوگ گھبرا کر گھروں سے نکل آئے اور جس طرف سے آواز آئی تھی اُدھر کا رُخ کیا ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ دیکھا سامنے سے آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تشریف لا رہے ہیں آپؐ نے قریب آکر صحابہؓ سے فرمایا

"میں دیکھ کر آیا ہوں کوئی فکر کی بات نہیں۔ کوئی فکر کی بات نہیں۔"

(بخاری جلد دوم صفحہ 82 حدیث 126)

لوگ سو کر اُٹھے تھے اُنہیں شور کی طرف جانے میں کچھ دیر لگی مگر آپؐ جاگ رہے ہوں گے آپؐ کو اپنے ساتھیوں کی حفاظت کا فکر رہتا آپؐ بہت بہادر بھی تھے اکیلے ہی دوسروں کو جگائے بغیر خطرے کی طرف تشریف لے گئے ...... پہلے تو صرف اہلِ مکّہ کی طرف سے خطرہ رہتا اب تو سارا عرب ہی مسلمانوں کے خلاف ہو گیا قریش کے قافلے جو تجارت کی غرض سے دوسرے شہروں کی طرف جاتے راستے میں اسلام کے خلاف زہر بھی پھیلاتے رہتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ ہجرت کر کے

مدینہ آئے اور انصار نے اُنہیں پناہ دی تو تمام عرب یک جان ہو

کر اُن کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا اس وقت مسلمانوں کا یہ حال تھا

کہ رات کو بھی ہتھیار لگا کر سوتے تھے اور دن کو بھی ہتھیار لگائے

رہتے تھے کہ کہیں کوئی اچانک حملہ نہ ہو جائے اور وہ ایک

دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ دیکھئے ہم اس وقت تک زندہ بھی

رہتے ہیں یا نہیں جب ہم رات کو امن کی نیند سو سکیں گے اور

سوائے خدا کے ہمیں کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

(حاکم بحوالہ لُبابُ النُّقُولِ فِی اَسبابِ النُّزُول)

خدائے کریم و ودود مقام محمود پر فائز فرمائے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جن کی قربانیوں کے صلے میں اسلام کو سر بلندی نصیب ہوئی حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ نبی آخر الزمان جو سید المتقین تھے انواع و اقسام کی تائیدات سے مظفر اور منصور کیا گو اوائل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح داغِ ہجرت آپؐ کو نصیب ہوا مگر وہی ہجرت فتح اور نصرت کے مبادی اپنے اندر رکھتی تھی۔"

(رازِ حقیقت - روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 155)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ
مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْد

☆.........☆.........☆